ماہنامہ

جہدِ حق

HRCP

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

Monthly JEHD-E-HAQ - May-2018 - Registered No. CPL-13

جلدنمبر25......شمارہ نمبر05 ...... مئی 2018

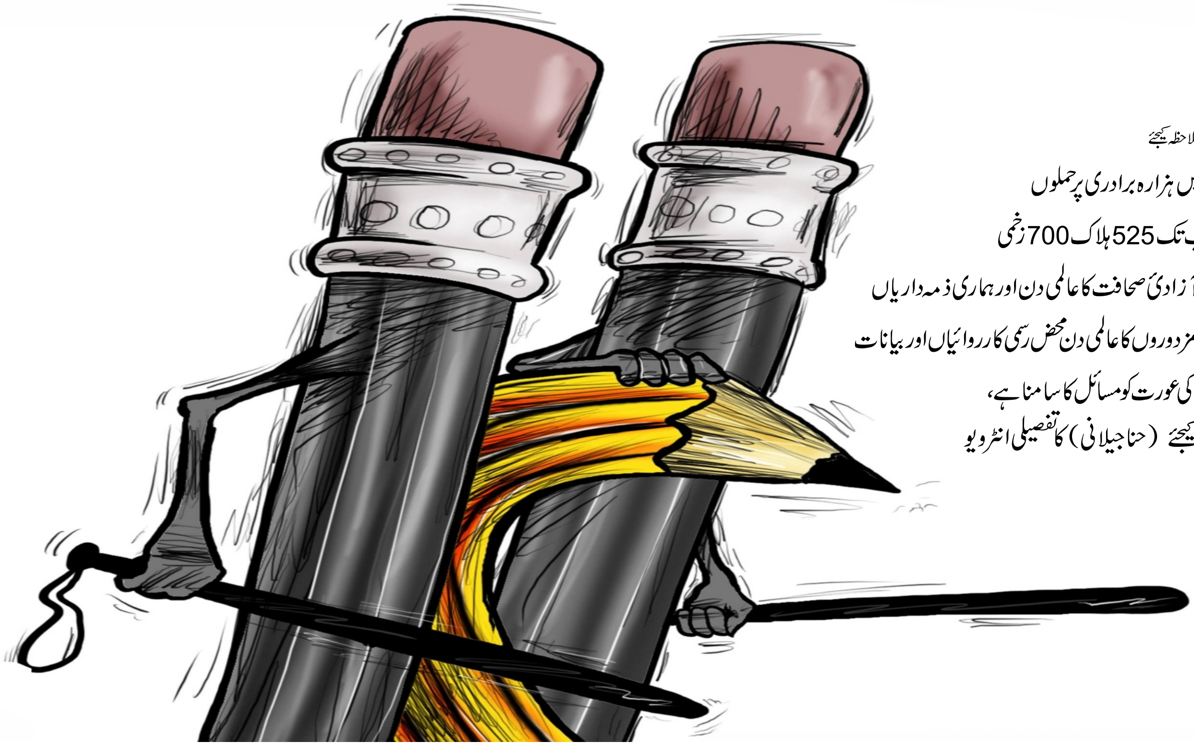

اندرونی صفحات پر ملاحظہ کیجئے

- کوئٹہ میں ہزارہ برادری پر حملوں
  میں اب تک 525 ہلاک 700 زخمی
- 3 مئی آزادئ صحافت کا عالمی دن اور ہماری ذمہ داریاں
- یکم مئی مزدوروں کا عالمی دن محض رسمی کارروائیاں اور بیانات
- ہر طبقے کی عورت کو مسائل کا سامنا ہے،
  ملاحظہ کیجئے (حنا جیلانی) کا تفصیلی انٹرویو

پشتون تحفظ موومنٹ کے جلسوں کی زیرو میڈیا کوریج سے آزادئ صحافت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں

7-8اپریل 2018، لاہور: الحمرا آرٹس کونسل میں 'عاصمہ جہانگیر کنونشن' کا اہتمام کیا گیا

08 مئی 2018، کوئٹہ: 'خواتین کے حقوق اور جنسی مساوات' پر مشاورت کا اہتمام کیا گیا

09 اکتوبر 2018، کوئٹہ: 'بلدیاتی حکومت میں عورتوں اور اقلیتوں کے حقوق' پر ایک تقریب منعقد ہوئی

10 اکتوبر 2018، کوئٹہ: 'سزائے موت کے خلاف عالمی دن پر انسانی حقوق کی آ گہی' کی تقریب منعقد کی گئی

26 اپریل 2018، لاہور: ایچ آر سی پی نے 'سیاسی جماعتوں کے منشور اور مذہبی اقلیتوں کے حقوق' پر ایک مشاورت کا انعقاد کیا

09 مئی، اسلام آباد: ایچ آر سی پی کے یُوتھ گروپ کا ایک اجلاس ہوا جس میں انسانی حقوق کے عالمی منشور پر تبادلہ خیال کیا گیا

فہرست

پریس ریلیزیں	03
وفاقیت یا وحدانیت؟	07
ایک پشتون کی برسی پر تقریب کو بھی خطرے کا باعث سمجھا جارہا ہے	08
ہر طبقے کی عورت کو مسائل کا سامنا ہے	09
مزدوروں کے تین شیڈز	11
عورتیں	12
غداری اور بے وفائی	14
منزہ ہاشمی اور ہندوستان	15
میڈیا پر پابندی کا کوئی فائدہ نہیں	16
ہزارہ قوم کے دکھ	20
ہزارہ برادری پر ڈھائے گئے مظالم	21
صحافت کی آزادی کا عالمی دن	22
خودکشی کے واقعات	24
اقدام خودکشی	29
پھر خاموشی چھا جائے گی	31
ٹیکنالوجی سے استفادہ آخر کیسے؟	32
تعلیم	33
اقلیتیں	34
بچے	35
قانون نافذ کرنے والے ادارے	36

عاصمہ جہانگیر کے ورثے کو آگے بڑھانے کا بیڑہ اٹھایا جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) اپنے شریک بانی عاصمہ جہانگیر کی وفات سے پیدا ہونیوالے خلاء پر بہت زیادہ فکرمند ہے۔ اپنے بتیسویں سالانہ عمومی اجلاس کے بعد جاری ہونے والے ایک بیان میں ایچ آر سی پی نے کہا، یہ بات شک و شبے سے بالاتر ہے کہ عاصمہ جہانگیر کی وفات سے انسانی حقوق کی تحریک کو بہت بڑا دھچکا لگا ہے مگر اس کے باوجود یہ انتہائی ضروری ہے کہ ان کے مشن کو نئے جوش و جذبے سے جاری رکھا جائے۔ انسانی حقوق، جنسی مساوات، مذہبی اقلیتوں، مزدوروں اور کسانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ان کی بے مثال خدمات رائیگاں نہیں جانی چاہئیں۔

انسانی حقوق کے بیانیے کو تقویت دینے کے لیے عاصمہ جہانگیر نے جو بے مثال کردار ادا کیا ہے اس کا اعتراف قومی و عالمی سطح ان کے دوستوں و دشمنوں، دونوں، نے کیا ہے۔

پاکستان انسانی حقوق کے کسی ایسے کارکن کو نہیں جانتا جو عاصمہ سے زیادہ بہادر یا انتھک ہو۔ محترمہ جہانگیر نے انسانی وقار کے تحفظ کے لیے وہ سب کچھ کیا جو ممکن تھا: معاشرے کے سب سے کمزور اور محروم لوگوں کے حقوق کی جنگ لڑنے سے لے کر اقوام متحدہ کے سینئر عہدیداروں کی حیثیت سے عالمی قانون کے دفاع تک۔

عاصمہ جہانگیر کو کھونے کا صدمہ ملک کے کئی گروہوں اور اداروں کے لیے تباہ کن ہے مگر خاص طور پر ایچ آر سی پی کے لیے یہ نقصان ناقابل تلافی ہے۔ محترمہ جہانگیر ہر شہری کے حقوق کے لیے کوشاں تھیں۔ وہ ایچ آر سی پی کے لیے ریڑھ کی ہڈی تھیں اور ملک بھر میں انسانی حقوق کی تحریک کا عملی نمونہ تھیں۔ اب سول سوسائٹی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ محترمہ جہانگیر کے مشن کو جاری رکھ کر ان کے ورثے کو احترام بخشے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 07 اپریل 2018]

عاصمہ جہانگیر کنونشن

کنونشن کے شرکاء جن میں انسانی حقوق کے کارکن، مزدور، کسان، طلبہ، وکلاء، سماجی تنظیموں کے ارکان، خواتین، اقلیتوں اور محنت کشوں کے حقوق کے لیے سرگرم شہری، ادیب، استاد اور صحافی شامل ہیں، مشترکہ طور پر یہ عہد کرتے ہیں کہ:

1۔ پاکستان میں جمہوریت، وفاقیت اور مساوی شہریت کی اقدار کے مکمل حصول تک ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔

2۔ پاکستان کے دستور کے آرٹیکل 3 جس میں ریاست کے ہر نوع کے استحصال کے خاتمے کی ذمہ داری دی گئی ہے اور ہمیں یہ حق دیا گیا ہے کہ تمام شہری محنت کے مطابق باعزت روزگار حاصل کرسکیں، اس آرٹیکل پر مکمل عمل درآمد تک ہم ہر طرح کے قانونی اور سماجی اقدامات اٹھائیں گے۔

3۔ انسانی حقوق کی تحریک کو اس کی تمام جہتوں کے ساتھ کامیاب بنائیں گے اور سیاسی و شہری حقوق کے ساتھ ساتھ سماجی، معاشی اور ثقافتی حقوق کی پاسداری کے لیے کوشاں رہیں گے۔

4۔ عملی طور پر ہم سمجھتے ہیں کہ خواتین کے حقوق کی تحریک ہو یا مساوی شہریت کے حصول کے لیے مذہبی اقلیتوں کی تحریک، اگر ان تمام تحریکوں کا تعلق آپس میں اور محنت کشوں اور قومی حقوق کے لیے چلنے والی تحریکوں سے نہیں جوڑا جائے گا اور مشترکہ جدوجہد نہیں کی جائے گی تب تک ہماری تحریکیں مؤثر نہیں ہوں گی۔ ہم اپنی کامیابی کے لیے مکمل ہم آہنگی اور اتفاق کے ساتھ کام کرتے رہیں گے اور آپس میں اتحاد قائم کریں گے۔

5۔ ہم اظہارِ رائے پر لگنے والی اعلانیہ اور غیر اعلانیہ قدغنوں کو مکمل طور پر مسترد کرتے ہیں۔ ہم کوئی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیے بغیر اظہار کی آزادی اور فکر کی آزادی کے اپنے انفرادی اور اجتماعی حقوق استعمال کرتے رہیں گے۔

6۔ ہمیں سیاسی اور سماجی کارکنوں اور فعال شہریوں کی جبری گمشدگیوں پر شدید تشویش ہے اور ہم غیر انسانی اور غیر قانونی گمشدگیوں کے مکمل خاتمے تک جدوجہد کرتے رہیں گے۔

7۔ تنظیم سازی اور یونین سازی بنیادی حقوق ہیں جن کے پاسداری ریاست پر فرض ہے۔ ایک مہذب اور مساویانہ معاشرے کی تشکیل ان حقوق کی تکمیل کے بغیر ممکن نہیں۔ ہم تنظیم سازی اور محنت کشوں، طلبہ اور پیشہ ور گروہوں کی یونین سازی کے لیے کوشاں رہیں گے۔

8۔ ہم کسی بھی ریاستی دباؤ کا مقابلہ کریں گے اور سول سوسائٹی کے لیے تنگ کی جانیوالی زمین کو کشادہ کرتے رہنے کے کوششوں سے دستبردار نہیں ہوں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ایک کامیاب ریاست اپنے شہریوں اور عوام کی امنگوں کی عکاس ہوتی ہے۔

9۔ ہم سمجھتے ہیں کہ معاشی اور مادی ترقی کا مطلب ایک عام شہری کی ترقی ہے۔ ماحولیات کی خرابی بھی طبقہ امراء واشرافیہ کی ہوس زر کا نتیجہ ہے۔ چناں چہ ہم ایک مساویانہ اور منصفانہ سماج کے قیام کے لیے اپنی جد جہد جاری رکھیں گے اور صرف ایسے ترقیاتی منصوبوں کی تائید کریں گے جو نہ ماحولیات پر منفی اثرات مرتب کریں اور نہ صرف امیر کو امیر تر بنانے پر مرکوز رہیں۔ ملک کے ایسے تمام حصوں میں جہاں قانون کی عملداری نہیں ہے جیسے فاٹا اور گلگت بلتستان، وہاں انسانی حقوق کے احترام کا نظام قائم کرنا ضروری ہے۔

10۔ پاکستان کے دستور میں ایسی تمام شقیں جو کسی بھی صنف یا مذہب کو ترجیح دیتی ہوں، ان کی تبدیلی کے لیے ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔ پاکستان کے تمام شہری بلا لحاظ رنگ، نسل، جنس، مذہب، طبقہ یا معذوری، برابر ہیں اور رہیں گے۔ خصوصاً مذہبی اقلیتوں کے ساتھ کسی قسم کا امتیاز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ انتہاپسندی اور عدم برداشت ہمارے معاشرے کی صحت کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں، ان کا سدباب کرنا ضروری ہے۔

11۔ موجودہ صورت حال میں ہم ریاست کے تمام اداروں کے مابین تقسیم کار اور تقسیم اختیار کی آئینی اور قانونی حدود پر قائم رہنے کی حمایت کرتے ہیں اور پارلیمان کے بالادستی کے لیے کوشاں رہنے کا اعلان کرتے ہیں۔ خصوصا 18 ویں ترمیم میں کسی بھی طرح کی تبدیلی کی مزاحمت بھرپور انداز میں کریں گے۔

12۔ آئندہ انتخابات پر ہماری گہری نظر ہے اور ہم کسی غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر اخلاقی طریقے سے ان انتخابات پر اثر انداز ہونے والی قوتوں کو متنبہ کرتے ہیں کہ عوام کے حق استصواب میں خیانت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ ہماری اپنی ذاتی سیاسی آراء ہیں مگر ہم مشترکہ طور پر ایک شفاف جمہوری انتخابی عمل کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔

آخر میں ہم اپنی رہنما عاصمہ جہانگیر مرحومہ کی دکھائی ہوئی راہ پر چلنے اور اس جدوجہد کو جاری رکھنے کا عہد کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ایک روشن خیال اور عوام دوست ریاست اور ایک منصفانہ اور مساویانہ سماج قائم ہو سکے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 08 اپریل 2018]

انسانی حقوق کی محافظ مدیحہ گوہر کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) اعلی درجے کی فنکار، ڈرامہ نگار، ڈائریکٹر اور انسانی حقوق کی محافظ مدیحہ گوہر کی وفات پر شدید غمزدہ ہے۔ مدیحہ جو دیرینہ بیماری کے باعث لاہور میں وفات پا گئی ہیں، خواتین کے حقوق، ترقی پسند و سیکولر اقدار اور پاکستان و ہندوستان کے مابین دوستی کی پرعزم حمایتی تھیں۔

سٹریٹ تھیٹر کی دہائی میں جنرل ضیاء الحق کے ظالمانہ فوجی نظام کے دوران ایک سوشل و سٹریٹ تھیٹر کے انتہائی تجربہ کار ماہر کی حیثیت سے، انہوں نے اجوکا تھیٹر کے لیے جن ڈراموں میں ڈرامہ نگاری اور ہدایتکاری کی، ان میں مدیحہ کی انسانی حقوق کے ساتھ گہری وابستگی کا عکس واضح طور دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ ایسے موضوعات پر کام کرنے سے نہیں ڈرتی تھیں جو قدامت پسند اسٹیبلشمنٹ کے لیے جتنے ناپسندیدہ تھے اتنے ہی پرخطر بھی تھے: ان کے ڈراموں کے موضوعات کا سلسلہ عزت کے نام پر قتل سے لے کر آمریت تک اور مذہبی منافقت سے لے کر سیاسی بدعنوانی تک پھیلا ہوا تھا۔

2010 میں، پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹس نے ایک دفعہ جب اجوکا کو اپنے طنزیہ ڈرامہ برقع ویگنزا منعقد کرنے کی اجازت نہ دی تو ایچ آر سی پی کی شریک بانی، مرحومہ عاصمہ جہانگیر نے تھیٹر کمپنی کو دراب پٹیل آڈیٹوریم استعمال کرنے کی پیشکش کی۔ پھر کچھ برس بعد، کمیشن کی ایک سالانہ عمومی اجلاس کے بعد وہ ڈرامہ دراب پٹیل آڈیٹوریم میں پیش کیا گیا۔

ایچ آر سی پی مدیحہ گوہر کے خاندان اور دوستوں سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور انسانی حقوق کے دیگر نامور کارکنوں کو سلام پیش کرتا ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 26 اپریل 2018]

ایچ آر سی پی کی کنسلٹنٹ کے گھر پر چھاپہ قابلِ مذمت ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے اپنی سالانہ رپورٹ ''انسانی حقوق کی صورتحال'' کی مدیر کے گھر پر ڈکیتی کی طرز کے چھاپے کی شدید مذمت کی ہے۔ ایچ آر سی پی کی اس رپورٹ کی رونمائی 16 اپریل کو اسلام آباد میں ہوئی تھی۔

کمیشن نے اپنے ایک بیان میں کہا: گزشتہ رات تقریباً 8.45 بجے دو مسلح افراد ایچ آر سی پی کی مدیر محترمہ مریم حسن کے گھر میں گھس گئے اور جاتے وقت ان کا لیپ ٹاپ، دو ہارڈ ڈرائیوز اور موبائل فون، اور زیورات ونقدی اپنے ساتھ لے گئے۔ محترمہ مریم حسن جو کہ اپنے گھر میں اکیلی رہتی ہیں، کو چھاپہ ماروں نے کہا کہ وہ ایک دن پہلے بھی ان کے گھر آئے تھے مگر وہ گھر پر نہیں تھیں اس لیے انہوں نے واردات نہ کی۔ وہ محترمہ حسن سے اُن کی پیشہ ورانہ سرگرمیوں کے بارے پوچھ گچھ کرتے رہے اور انہیں ڈھکے چھپے انداز میں خوف زدہ کرتے رہے اور بالآخر رات 10 بجے چلے گئے۔

'ایچ آر سی پی کو شبہ ہے کہ یہ دو خوش اخلاق چھاپہ مار عام ڈکیت نہیں تھے۔ ایچ آر سی پی حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتا ہے کہ مجرموں کی شناخت کی جائے اور انہیں گرفتار کیا جائے۔

ایچ آر سی پی کا مزید کہنا تھا کہ اگر ریاستی اور غیر ریاستی عناصر نے کمیشن سے وابستہ کسی بھی شخص کو ہراساں کرنے کی کوشش کی تو اس کے ذمہ دار صوبائی حکام ہوں گے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 20 اپریل 2018]

سب کو سیاسی عمل میں شریک ہونے کے ایک جیسے مواقع فراہم کیے جائیں: ایچ آر سی پی

پاکستان کے سیاسی حالات میں آئے روز ہونے والے اتار چڑھاؤ کو سامنے رکھتے ہوئے، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے پرزور مطالبہ کیا ہے کہ رواں برس ہونے والے انتخابات کے آزادانہ، شفاف اور بروقت انعقاد کو ہر صورت یقینی بنایا جائے۔ اپنے بتیسویں سالانہ عمومی اجلاس کے اختتام کے موقع پر جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا کہ تمام فریقین کو سیاسی عمل کا حصہ بننے کا مساوی موقع فراہم کیا جائے اور حوالے سے کسی بھی ریاستی ایجنسی کی طرف سے کسی قسم کی مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔

ادارے نے یہ بھی کہا کہ " خاص اقدامات کیے جائیں تا کہ عورتیں اور مذہبی اقلیتیں، دونوں، بغیر کسی خوف، دباؤ اور جبر کے انتخابات میں آزادانہ طور پر اپنا حق رائے دہی بھی استعمال کر سکیں اور بطور امیدوار انتخابی دوڑ میں بھی شریک ہو سکیں۔ اور پولنگ کا موجودہ نظام جن لوگوں کو ووٹ ڈالنے کا عملی موقع فراہم کرنے سے قاصر ہے ان کے لیے گردشی پولنگ اسٹیشن قائم کیے جائیں"۔

ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ اسے 18 ترمیم اور نیشنل کمیشن ایوارڈ 2009 کو واپس لینے کی تجاویز پر بڑی تکلیف ہوئی ہے۔ ایسا کوئی بھی اقدام وفاق کے وقار کو شدید نقصان سے دوچار کرے گا: ریاست کو پیچھے مڑنے کی بجائے زیادہ بڑے وفاق کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیے۔

ایچ آر سی پی کو یہ دیکھ کر بہت تشویش ہوئی ہے کہ جبری گمشدگیوں کا سلسلہ گزشتہ برس بھی جاری رہا اور ان میں ملوث لوگوں کو کھلی چھوٹ حاصل ہے۔ کمیشن نے کہا کہ گمشدہ افراد کی بازیابی میں انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگان کی ناکامی ناقابل قبول ہے اور ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ پاکستان تمام افراد کو جبری گمشدگیوں سے تحفظ فراہم کرنے کے عالمی میثاق

پر دستخط کرے۔" جس آزادی کے ساتھ لوگوں کو اٹھا لیا جاتا ہے، خاص طور پر رضا محمود جیسے سول سوسائٹی کے مخلص کارکنوں کو اٹھا کر غائب کرنے کا سلسلہ فوری طور پر بند کیا جائے۔ ایچ آر سی پی کا کہنا ہے کہ اِس مقصد کے لیے لاپتہ افراد کے کمیشن 2010 کی سفارشات پر عملدرآمد کیا جائے۔

ماورائے عدالت ہلاکتوں میں اضافہ، خاص طور پر سندھ میں انتہائی تشویش ناک ہے اور نقیب اللہ محسود کا قتل اس سلسلے کی محض ایک کڑی تھی۔ یہ انتہائی ضروری ہے کہ لوگوں کو ماورائے عدالت قتل کرنے والوں کو حاصل کھلی چھٹی ختم کی جائے۔

ایچ آر سی پی نے سول سوسائٹی کو ریاستی معاملات سے باہر رکھنے کے بڑھتے ہوئے رجحان پر بھی تشویش ظاہر کی ہے۔ "ترقی پسند سوچ کے لیے سکڑتی ہوئی فضا خاص طور پر پریشانی کا سبب ہے۔ تنظیم نے مزید کہا کہ این او سی کے اجراء □ کا اختیار بظاہر سکیورٹی فورسز کے ہاتھوں میں ہونا اور ڈونرز کے فنڈز کا اُن علاقوں میں نہ جاسکنا جہاں اُن کی سب سے زیادہ ضرورت ہے مثال کے طور پر بلوچستان کے کشیدگی زدہ علاقے اور وفاق کے زیر اہتمام علاقہ جات (فاٹا) کا مطلب یہ ہے کہ انسانی حقوق پر دباؤ بڑھتا جارہا ہے۔

"انتہا پسند جماعتوں کو، خاص طور پر تحریک لبیک یارسول اللہ کو مرکزی دھارے میں لانے" جیسے اقدامات کا حوالہ دیتے ہوئے ایچ آر سی پی نے کہا کہ ملک انتہا پسند اور دہشت گرد تنظیموں پر پابندی کے حوالے سے اقوام متحدہ کے مطالبات پر عملدرآمد کرنے میں مخلص نہیں ہے۔

ایچ آر سی پی نے کہا، ''مشال کے متعلق ہجوم کے ہاتھوں قتل کے مقدمے میں عدالت سے رہائی پانے والے 26 کو ملنے والے والہانہ استقبال سے اندازہ ہوتا ہے کہ مذہبی اور انتہا پسند تنظیموں کو کام کرنے کی کس قدر آزادی حاصل ہے۔''

ایچ آر سی پی نے کہا ہے کہ ''خواتین اور بچوں کے خلاف تشدد کی لہر میں اضافے سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ چھ سالہ بچی زینب کے ساتھ پیش آنے والے ناقابل بیان واقعے جیسے انفرادی واقعات پر سامنے آنے والے وقتی غم و غصّے سے اِس برائی پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔'' تنظیم نے مطالبہ کیا ہے کہ کمزور طبقوں کے سلامتی و شخصی کے حق کو معاشرتی و حکومتی سطح پر یقینی بنایا جائے۔

ایچ آر سی پی نے ملک بھر کے مزدوروں و کسانوں کے حقوق کی ایک بار پھر حمایت کا اعلان کیا ہے اور کہا ہے کہ کوئلے کی کانوں میں ہونے والے حالیہ جانی نقصانات سے ایک بار پھر واضح ہوگیا ہے کہ ملک کے مزدوروں کے تحفظ کے قوانین اور پالیسیاں کام کار کی سازگار فضا کے اُن شرائط پر پورا نہیں اُترتیں جو عالمی ادارے برائے محنت (آئی ایل او) نے تجویز کی تھیں۔ ان مسائل کے ساتھ آئے روز بڑھتی ہوئی مہنگائی سے اندازہ ہوتا ہے کہ مزدوروں کی انتہائی مشکل سے گزر بسر کا سلسلہ جاری ہے اور اُن کے حالات میں بہتری کی کوئی اُمید نظر نہیں آرہی۔

خاص طور پر گلگت بلتستان میں، نوجوان خواتین کی جانب سے خودکشیوں میں تشویش ناک اضافے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے۔ ایچ آر سی پی نے کہا کہ نوجوان لوگوں کی خواہشات اور ریاست اور معاشرے کی جانب سے انہیں ایک محفوظ اور بھرپور زندگی گزارنے کے لیے فراہم کیے گئے مواقع میں واضح طور پر کوئی ربط موجود نہیں۔

ایچ آر سی پی نے کہا کہ اسلام آباد ہائی کورٹ کا ایک حالیہ فیصلہ سخت تشویش کا باعث ہے، جس میں عدالت نے تجویز کیا ہے کہ سرکاری و نیم سرکاری اداروں، بشمول مسلح افواج، عدلیہ اور سول سروسز کی ملازمت کے لیے درخواست دینے والوں پر یہ لازم قرار دیا جائے کہ وہ اپنے عقیدے کا اعلان کریں۔ اس فیصلے کہ نہ صرف احمدی برادری بلکہ تمام مذہبی اقلیتوں پر شدید منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ ایسی شرائط محض مذہبی اقلیتوں کے خلاف منظم امتیازی سلوک میں اضافہ کریں گی۔

اگر حکومت نے مذہبی انتہا پسندوں کی حمایت کی پالیسی جاری رکھی تو پاکستان اپنی مذہبی اقلیتوں کے تحفظ کی توقع نہیں کرسکتا۔ کوئٹہ میں ایک چرچ پر حالیہ حملہ، لاہور میں پطرس مسیح کے خلاف توہین مذہب کے الزامات، مٹھی میں دو ہندو بھائیوں کا قتل، اور ہزارہ اور احمدی برادری کے افراد کی ہلاکتیں مذہبی انتہا پسندوں کو حاصل آزادی کی عکاسی کرتی ہیں۔ مذہب کو ہتھیار بنانے کا سلسلہ، چاہے یہ ریاستی اداروں کی جانب سے ہو یا پھر غیر ریاستی عناصر اور سیاسی جماعتوں کی جانب سے، بند ہونا چاہیے۔

بڑھتی ہوئی عدالتی فعالیت پر اپنے تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے ایچ آر سی پی نے کہا کہ یہ لوگوں کے بنیادی حقوق اور ملک کی پہلے سے ہی کمزور جمہوریت سے تصادم کے مترادف ہے۔ اخلاقیات کی مبہم تشریحات پر انحصار کرنے کی بجائے، عدلیہ کو مروجہ آئینی اور قانونی اصولوں کی بنیاد پر عوامی اہمیت کے مقدمات کے فیصلے کرنے چاہئیں۔ ایچ آر سی پی نے مزید کہا کہ گزشتہ سال از خود نوٹسز کے حد سے زیادہ استعمال نے جمہوریت کو کسی بھی طرح مضبوط نہیں کیا۔

گلگت بلتستان کے بدستور گومگو کی صورتحال' میں پھنسے ہونے کا حوالہ دیتے ہوئے، ایچ آر سی پی نے کہا کہ'' جب تک اسے وفاق میں شامل نہیں کیا جاتا اس کے شہری ان تمام بنیادی حقوق سے لطف اندوز نہیں ہوسکیں گے جو ملک کے دیگر شہریوں کو حاصل ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ گلگت بلتستان کا ہر شہری انہی آئینی آزادیوں سے لطف اندوز ہو جو پاکستان کے دیگر شہریوں کو حاصل ہیں۔''

جیو ٹی وی کی حالیہ بندش، صحافیوں کی مسلسل ہراسانی، کوئٹہ پریس کلب کی بندش اور شہر میں اخبارات کی سرکولیشن پر پابندیوں کا حوالہ دیتے ہوئے ایچ آر سی پی نے اس حقیقت کی نشاندہی کی کہ اظہار رائے کی آزادی حملوں کی زد میں ہے۔

ایچ آر سی پی نے کہا کہ ترقیاتی منصوبوں کو غیر ملکیوں کے دائرہ کار میں رکھنے کا رجحان قابل قبول نہیں ہے اور اس حوالے سے مقامی لوگوں میں شدید بے چینی پائی جاتی ہے۔ تمام ترقیاتی منصوبے، بشمول وہ جو سی پیک کا حصہ ہیں شفاف ہونے چاہئیں اور ان کی منصوبہ بندی اور انجام دہی اس طرح سے کی جانی چاہیئے کہ وہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا باعث نہ بنیں۔ مثال کے طور پر گوادر میں جاری چینی منصوبوں میں شفافیت کی کمی تشویش کا باعث ہے۔ علاوہ ازیں، ایسے سوالات پوچھنا عوامی مفاد میں ہے، لہٰذا انہیں 'ریاست مخالف' یا 'پاکستان مخالف' نہیں سمجھنا چاہیئے۔

''ایچ آر سی پی پشتون تحفظ تحریک کی اس بنیاد پر حمایت کرتا ہے کہ" تمام لوگوں اپنی تکالیف کے پرامن اظہار کا حق حاصل ہے۔ تحریک کی جانب سے کیے گئے مطالبات ریاست اور لوگوں کے درمیان قطع تعلق کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہم حکومت پر زور دیتے ہیں کہ وہ ان تحفظات پر توجہ دے اور پشتونوں کے علاوہ دیگر لوگوں کے 'انجمن سازی کے حق' میں مداخلت سے اجتناب کرے۔"

ایچ آر سی پی نے کہا کہ اسے اس بات کا افسوس ہے کہ ریاست نے غیر ملکی جیلوں، خاص طور پر سعودی عرب، خلیج ریاستوں اور ہندوستان میں قید پاکستانیوں کی حالت زار پر توجہ نہیں دی۔ اس نے کہا کہ ریاست کو انہیں قانونی امداد اور دیگر معاونت فراہم کرنی چاہیئے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 07 اپریل 2018]

تمام لوگوں کو پرامن اجتماع کا حق حاصل ہے

یہ قیاس آرائیں عروج پر ہیں کہ حکام خیبر پختونخوا کی ایک تنظیم کو 22 اپریل 2018 کو لاہور میں جلسے کی اجازت دینے پر راضی نہیں ہیں۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے آج پنجاب حکومت پر زور دیا کہ وہ ایسے اقدامات کرنے سے اجتناب کرے جنہیں لوگوں کے اجتماع کے بنیادی حق میں مداخلت کے طور پر دیکھا جائے۔

ایچ آر سی پی نے پنجاب چیف سیکریٹری کو بھیجے گئے ایک خط میں کہا کہ: 'ہمارا ماننا ہے کہ خیبر پختونخوا کے لوگوں کو لاہور میں داخل ہونے اور جلسہ منعقد کرنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا کسی دوسرے صوبے کے لوگوں کو ہے۔' مارچ 1973ء کے واقعات کی یاد دلاتے ہوئے، جب راولپنڈی کے لیاقت باغ

میں نیشنل عوامی پارٹی کے جلسے پر سیکیورٹی فورسز نے فائرنگ کردی تھی، ایچ آر سی پی کے ایک ترجمان نے کہا کہ: 'ملک نے لوگوں کے اجتماع کے حق میں مداخلت کی پہلے ہی بہت بھاری قیمت ادا کی ہے۔ تاریخ کو خود کو دہرانے کا موقع نہیں دینا چاہئے۔ لہٰذا پنجاب حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ صوبے میں ہونے والی کسی بھی پرامن سیاسی سرگرمی میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے، اور یہ کہ پاکستان کے تمام لوگوں کو اپنی شکایات کے پرامن اظہار کا حق حاصل ہے۔'

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 19 اپریل 2018]

کوئٹہ میں تشدد پر قابو پایا جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے رواں ماہ کے دوران کوئٹہ میں جان لیوا حملوں میں اضافے کی شدید مذمت کی ہے۔ کل دو مختلف جگہوں پر کچھ منٹوں کے وقفے سے دو خودکش حملے ہوئے۔ پہلا حملہ فرنٹیئر کور کی چوکی کے باہر ہوا جس میں فرنٹیئر کور کے آٹھ اہلکار ہلاک ہوئے جبکہ اس کے کچھ ہی دیر بعد دوسرا حملہ پولیس کی گاڑی پر ہوا جس میں چھ پولیس اہلکار مارے گئے۔

ایچ آر سی پی کو کوئٹہ میں تشدد کی بڑھتی ہوئی لہر پر شدید تشویش ہے جس نے اپریل کے آغاز سے ہی شہر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ کل سیکیورٹی فورسز پر ہونے والے بہیمانہ حملوں کے علاوہ، مسیحی اور شیعہ ہزارہ برادریاں ہی ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بن رہی ہیں۔ یکم اپریل کو نامعلوم مسلح افراد نے ایک کار میں سوار شیعہ ہزارہ برادری کے لوگوں پر فائرنگ کی جس سے ایک شیعہ ہزارہ ہلاک اور ایک زخمی ہوا۔ 15 اپریل کو، شہر میں ایک گرجا گھر کے قریب رکشہ میں سوار چار مسیحیوں کو گولیاں مار کر قتل کیا گیا۔ تین دن بعد، 18 اپریل کو، کار میں سوار مسلح لوگوں نے فائرنگ کر کے ایک شعیہ ہزارہ دکاندار کی جان لے لی۔ پولیس کے مطابق، یہ ٹارگٹ کلنگ کا واقعہ تھا۔ 22 اپریل کو، کوئٹہ کے مغربی بائی پاس کے قریب فائرنگ کے ایک واقعے میں دو شیعہ ہزارہ قتل جبکہ تیسرا زخمی ہوا۔

ایچ آر سی پی کو کوئٹہ میں جاری تشدد پر سخت تشویش ہے۔ ان واقعات میں زیادہ تر مذہبی اقلیتوں کے افراد کو منظم طور پر نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ایچ آر سی پی کو ریاست کی جانب سے موثر اور ٹھوس کارروائی نہ کیے جانے پر بھی تشویش ہے۔ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کی جانب سے جاری کردہ ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق، گزشتہ پانچ سالوں کے دوران دہشت گردی کی کارروائیوں میں صرف ہزارہ برادری کے 509 افراد ہلاک اور 627 زخمی ہوئے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے جو شہریوں کے تحفظ کے ذمہ دار ہیں، وہ بھی ان حملوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ یہ حقیقت صوبے میں جاری امن وامان کے مسئلے کی سنگینی کو ظاہر کرتی ہے۔ کمیشن حکومت پر زور دیتا ہے کہ وہ ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کو فوری طور پر انصاف کے کٹہرے میں لائے اور ان عناصر کے خلاف سخت کارروائی کرے جو اقلیتی برادریوں کے خلاف تشدد کی ترغیب دیتے ہیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 25 اپریل 2018]

کیا پاکستان انسانی حقوق کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں پوری کرسکتا ہے: ایچ آر سی پی

2017ء میں پاکستان اقوام متحدہ کی کونسل برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی) کا رکن منتخب ہوا۔ ایچ آر سی 'دنیا بھر میں تمام انسانی حقوق کے فروغ اور تحفظ کی ذمہ دار ہے'۔ پاکستان نے اگرچہ اس پیش رفت کو ایک بڑی 'سفارتی کامیابی' قرار دیا ہے مگر پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کو افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ ملک کا تیسرا عالمگیر سلسلہ وار جائزہ (یو پی آر) انتہائی مایوس کن تھا۔ اپنی سالانہ رپورٹ، "2017 میں انسانی حقوق کی صورتحال"، جو مرحومہ عاصمہ جہانگیر کے نام کی گئی ہے، کے اجراء کے موقع پر ایچ آر سی پی نے روز بروز بڑھتی ہوئی جبری گمشدگیاں، ماورائے عدالت قتل اور فوجی عدالتوں کے اختیارات کو ملنے والی وسعت پر تشویش کا اظہار کیا اور کہا مذہب کی تضحیک کے جھوٹے الزامات اور اس کے نتیجے میں ہونیوالے تشدد، پرخطر حالتوں میں بچوں سے مشقت لیے جانے، اور خواتین پر ہونے والا تشدد گذشتہ برس انسانی حقوق کی افسوسناک صورتحال کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک اور تشویشناک بات یہ ہے کہ بعض حقوق کو قانون کا تحفظ تو حاصل ہے مگر ان کی پامالی کی صورت میں مجرموں کے خلاف قانونی کارروائی اور ان کی سزایابی کی بہت کم مثالیں ملتی ہیں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو 2017 کے دوران ملک میں جو واقعات پیش آئے ہیں انہوں نے انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے پاکستان کے عزم اور نیک نیتی پر شکوک و شبہات پیدا کردیے ہیں۔ ایچ آر سی پی کی رپورٹ کے مطابق، انکوائری کمیشن برائے جبری گمشدگان کو 2017 کے دوران جبری گمشدگیوں کے 868 کیسز موصول ہوئے جن میں سے کمیشن نے 555 کیسز نبٹائے، تاہم اٹھا کر غائب کیے گئے افراد کی اصلی تعداد کہیں زیادہ معلوم ہوتی ہے

ہوسکتا ہے کہ دہشت گردی سے منسلک ہلاکتوں میں کمی آئی ہو مگر مذہبی اقلیتوں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے بدستور تشدد کی زد میں رہے ہیں۔ ایک ایسے ماحول میں جہاں 'قصوروار ثابت ہونے تک معصوم' کی کوئی وقعت نہ ہو، مذہب کی تضحیک کا نتیجہ جنونی ہجوم کے ہاتھوں قتل کی صورت میں نکلتا ہے۔ انتہائی مشقت طلب گھریلو کام کے لیے رکھے گئے بچے پر تشدد کیا گیا۔ ایک نوجوان لڑکے اور لڑکی کو ان کے اپنے ہی خاندان نے 'غیرت' کے نام پر بجلی کے جھٹکے لگا کر مار دیا۔ انسانی حقوق کے ایک کارکن کو رات کی تاریکی میں غائب کردیا گیا جس کا ابھی تک سراغ نہیں مل سکا۔ یہ انفرادی کہانیاں ایک اجتماعی داستان کا حال احوال سناتی ہیں۔ قتل، جنسی زیادتی، تیزاب کے حملے، اغواء گھریلو تشدد اور خاص طور پر نام نہاد 'غیرت' کے نام پر قتل کا سلسلہ جاری رہا اور ایسے زیادہ تر واقعات رپورٹ نہیں ہوئے۔ درحقیقت، 2017 کے پہلے دس ماہ میں چاروں صوبوں میں خواتین پر تشدد کے 5660 واقعات رپورٹ ہوئے۔ بچے ہر قسم کے تشدد کا سامنا کرتے رہے باوجود اس کے کہ حالیہ برسوں میں بچوں کے تحفظ پر کئی قوانین منظور ہوئے ہیں۔ اسی طرح، خواجہ سراء برادری کے تحفظ کے لیے ہونیوالی قانون سازی انہیں تشدد اور امتیازی سلوک سے محفوظ نہیں رکھ سکی۔

صحافی اور بلاگرز دھمکیوں، حملوں اور اغواء کاریوں کا نشانہ بنتے رہے اور مذہب کی تضحیک کا قانون لوگوں کو خاموش کرنے کے لیے استعمال ہوتا رہا۔ عدم برداشت اور انتہا پسندی نے عوام کے معاشی وثقافتی سرگرمیاں منانے کے حق کو شدید متاثر کیا جبکہ حکام شدید سیاسی ردعمل کے خوف سے انتہا پسندوں کے خلاف کارروائی کرنے سے گریزاں ہیں۔

پاکستان میں اب بھی سکول نہ جانے والے بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور یہ ملک صحت پر عالمی ادارہ صحت کے تجویز کردہ جی ڈی پی کے چھ فیصد سے بہت کم خرچ کرتا ہے۔ ملک میں ایک کروڑ سے زائد ہائشی یونٹوں کی کمی ہے۔

بے شمار مجرم آزاد گھوم رہے ہیں۔ جیلیں پھر بھی بھری پڑی ہیں اور عدالتوں میں زیرالتواء مقدمات کی بھرمار ہے۔ عدالتی نظام کی اصلاح، جس کی اقوام متحدہ کے خصوصی رپورٹیئر نے سفارش بھی کی تھی اور جس کا نیشنل ایکشن پلان میں عہد بھی کیا گیا تھا، پر ابھی تک کوئی سنجیدہ پیش رفت نہیں ہوسکی۔

انسانی حقوق کے عالمی محافظین کی نظر میں اپنا قد وقامت بڑا کرنے کے لیے پاکستان نے جو اقدامات کیے ہیں ہوسکتا ہے کہ ان کے پیچھے نیک نیتی اور اچھا ارادہ کارفرما ہو مگر اس کے لیے صرف قانون سازی کافی نہیں ہے۔ انسانی حقوق کے قومی اداروں کو اپنے فرائض بخوبی انجام دینے کے لیے مناسب اختیارات، آزادی اور وسائل چاہییں۔ اور ایسا نہ ہونے کی صورت میں، نمائندگی سے محروم اور ہر لحاظ سے غیر محفوظ لوگوں کے پاس انسانی حقوق کے محافظین کی طرف رجوع کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں بچتا اور انسانی حقوق کے محافظین کو ان پسے ہوئے لوگوں کی آواز بننے کے لیے اپنی آزادی داؤ پر لگانا پڑتی ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 16 اپریل 2018]

وفاقیت یا وحدانیت؟

آئی۔اے۔رحمٰن

جیسے بحرانوں کی زد میں آئے پاکستان کے لوگوں کو درپیش بے قابو مسائل کم تھے کہ اب انہیں 18ویں ترمیم کے حوالے سے ایک اور خطرناک تنازعے میں گھسیٹا جانے لگا ہے۔2010 میں کی جانے والی اس ترمیم اور 2009 کے این ایف سی ایوارڈ کو واپس لینے کے مطالبے کا مطلب وحدانی طرز حکومت کی بحالی ہے جس نے ماضی میں ملک توڑنے کے سوا ہمیں کچھ نہیں دیا۔18ویں ترمیم کا مقصد ایک حقیقی وفاق قائم کرنا تھا جبکہ این ایف سی ایوارڈ وفاقی اکائیوں کو مالیات میں جائز اور مساوی حصہ دینے کے لیے لایا گیا۔پاکستان ابتدا سے ہی ایک وفاق تھا۔قرارداد مقاصد اور بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی تین رپورٹس سے لے کر 1956 سے 1973 کے آئین تک تمام آئینی تجاویز میں پاکستان کو ایک وفاقی ریاست قرار دیا گیا ہے۔تاہم ایوب خان کے آئین میں یہ بات شامل نہیں تھی۔وفاق کو چلانا آسان کام نہیں تھا کیونکہ نہ تو ہمارے ابتدائی سیاسی رہنماؤں کے پاس اس کا تجربہ تھا اور نہ ہی افسر شاہی کو ایسے معاملات کا زیادہ علم تھا۔ملک کے مشرقی بازو میں زبان کے مسئلے پر ہونے والے احتجاج سے مناسب طور پر نمٹنے میں ناکامی، پنجاب مسلم لیگ میں اختیار کی جنگ، کراچی کی سندھ سے علیحدگی، صوبہ سرحد میں قیوم خان کی حکمرانی کی حمایت اور بلوچستان میں خودمختاری کی جدوجہد کے نتیجے میں سیاسی طبقے اور افسر شاہی نے صوبوں کو مرکزی حکومت کی رعیت سمجھنا شروع کر دیا۔ان دونوں 'سیاست دان اور افسر شاہی' نے صوبائی حکومتیں ختم کرنے کا اختیار حاصل کر لیا اور اسے سوچے سمجھے بغیر استعمال کرنے لگے۔خاص طور پر مشرقی بنگال میں جگتو فرنٹ کی انتخابی کامیابی کے بعد یہ کام تواتر سے ہونے لگا۔وقت کے ساتھ وحدانی حکومت سے مرکزی رہنماؤں اور افسر شاہی کے بہت سے مفادات وابستہ ہو گئے اور پھر انہیں بعض طاقتور حلقوں سے بھی حمایت مل گئی۔جب ایوب خان برسر اقتدار آئے تو انہوں نے اپنے مقاصد پورے کرنے کے لیے 1962 کا آئین بنایا جس میں وفاق اور وفاقی حکومت کے الفاظ نکال دیے۔اس میں ریاست کو ریپبلک لکھا گیا اور وفاقی حکومت 'مرکزی حکومت' بن گئی۔اگرچہ یحیٰی خان اور ان کے بعد آنے والے آمروں نے لفظ وفاق کو آئین میں برقرار رکھا مگر یہ سب کچھ ظاہری طور سے کیا گیا تھا۔ایوب خان تاجر برادری کو سیاست میں لائے جس نے مضبوط مرکز کی حمایت کی جبکہ ان کا ساتھ دینے والے مذہبی سیاسی گروہوں کے لیے فرد واحد کا اقتدار ہی فائدہ مند تھا۔یہ تمام وفاق مخالف رجحانات صوبائی خودمختاری کے طویل عرصہ سے حل طلب مسئلے سے متعلق بنائی گئی پارلیمانی کمیٹیوں کے بحث مباحثے سے واضح ہو جاتے ہیں۔جب یہ بات چیت ہو رہی تھی تو وفاقی اکائیوں کو دی جانے والی ہر 'رعایت' بشمول کنکرنٹ لسٹ کے خاتمے اور صوبہ سرحد کے نام کی تبدیلی پر خاصی لے دے ہوئی۔آئین کو ضیا الحق کے غیر جمہوری اضافوں سے پاک کرنے کی کوششوں کا ان کے پیروکاروں نے کامیابی سے مقابلہ کیا۔زیادہ سے زیادہ صوبائی خودمختاری چاہنے والوں نے متفقہ طور پر سب کچھ حاصل کرنے کی خاطر بہت کچھ چھوڑ دیا۔یوں 18ویں ترمیم متفقہ سیاسی پیش رفت کی روشن مثال کے طور پر سامنے آئی۔درپیش مسئلہ یہ ہے کہ آیا ایک حقیقی وفاق قائم کرنے سے قومی مفادات کو کوئی خطرہ ہے یا اس سے قومی بہتری کا مقصد زیادہ بہتر طور سے حاصل ہو سکے گا۔بدقسمتی سے مضبوط مرکز کے

صدر ایوب کا مضبوط مرکز نہ صرف مشرقی بنگال کی علیحدگی کا باعث بنا بلکہ اس نے پنجاب کے سوا تمام صوبوں اور علاقوں کو بھی دور کر دیا۔جہاں تک یہ بات ہے کہ مرکزی وزرا اور افسر شاہی صوبوں کے بارے میں بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں تو اس پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔مرکزی انتظامیہ دور دراز رہنے والے لوگوں کی ضروریات کا درست اندازہ لگانے اور انہیں کماحقہ پورا کرنے پر قادر نہیں ہوتی اور جہاں تک صوبوں اور مقامی حکام کی اہلیت کا سوال ہے تو تربیت کے ذریعے اس کمی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔وفاقیت کے مخالفین دراصل پاکستان کی بنیاد اور تکثیری معاشرے کے لازمی جزو کی نفی کرتے ہیں۔

حامی اور وفاقیت کے مخالفین نے اپنے موقف کے حق میں کبھی کوئی ٹھوس دلیل پیش نہیں کی۔ان کا تمام زور اسی بات پر ہوتا ہے کہ استحکام کے لیے ریاستی طاقت کا مرکز ایک ہونا چاہیے اور اسے چار یا اس سے زیادہ حصوں میں تقسیم کرنا فائدہ مند نہیں ہے۔یہ لوگ کہتے ہیں کہ پارلیمان سے تعلق رکھنے والے وزرا اور اعلیٰ نوکر شاہی سے تعلق رکھنے والے افسر اپنے کمتر ہموطنوں سے کہیں زیادہ اہل ہیں اور ملکی معاملات کو کہیں زیادہ دانائی سے چلا سکتے ہیں۔اس ضمن میں ایک اور بات یہ کہی جاتی ہے کہ صوبے 18ویں ترمیم کے تحت اختیارات کی تقسیم سے پوری طرح فائدہ اٹھانے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔پاکستان نے مرکز کو مضبوط بنانے کی جو قیمت ادا کی ہے اس سے سبھی واقف ہیں۔صدر ایوب کا مضبوط مرکز نہ صرف مشرقی بنگال کی علیحدگی کا باعث بنا بلکہ اس نے پنجاب کے سوا تمام صوبوں اور علاقوں کو بھی دور کر دیا۔جہاں تک یہ بات ہے کہ مرکزی وزرا اور افسر شاہی صوبوں کے بارے میں بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں تو اس پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔مرکزی انتظامیہ دور دراز رہنے والے لوگوں کی ضروریات کا درست اندازہ لگانے اور انہیں کماحقہ پورا کرنے پر قادر نہیں ہوتی اور جہاں تک صوبوں اور مقامی حکام کی اہلیت کا سوال ہے تو تربیت کے ذریعے اس کمی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔وفاقیت کے مخالفین دراصل پاکستان کی بنیاد اور تکثیری معاشرے کے لازمی جزو کی نفی کرتے ہیں۔دوسری جانب وفاقیت اور صوبوں کو خودمختاری دینے کے حامیوں کا موقف ناقابل تردید ہے۔تحریک پاکستان کی بنیاد میں یہ بات شامل تھی کہ نیا ملک ایک وفاق ہو گا جس میں صوبوں کو خودمختاری حاصل ہو گی۔چونکہ صوبے قیام پاکستان سے پہلے ہی وجود رکھتے تھے اس لیے انہیں ہی یہ فیصلہ کرنا تھا کہ وفاق کی سرپرستی اختیار کرنے کے بدلے میں انہیں کتنی طاقت اور وسائل درکار ہوں گے۔یہاں قومی مفاد کی بات اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ تمام طاقتور گروہ قومی مفاد کو اپنے اپنے محدود تناظر میں دیکھتے ہیں اور عام طور پر اس سلسلے میں اپنی سہولت کو ہی مدنظر رکھتے ہیں۔کوئی دستور ہر زمانے کے لیے کارآمد نہیں ہوتا۔چند برس بعد صوبوں اور مقامی حکومتوں کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دینا ضروری ہو جائے گا کیونکہ اس طرح اختیارات کا زیادہ سے زیادہ درست استعمال اور بدعنوانی سے بچاؤ آسان ہو جاتا ہے۔اگر وفاقیت اور این ایف سی ایوارڈ پر ہونے والی بحث اسی انداز میں جاری رہی اور بااثر لوگ اس ضمن میں اسی انداز میں اپنے موقف پر اڑے رہے تو ملک سیاسی سماجی تقسیم کی جانب بڑھے گا جس سے کسی کو فائدہ نہیں ہونا۔

(بشکریہ روزنامہ مشرق)

ایک پشتون کی برسی پر تقریب کو بھی خطرے کا باعث سمجھا جا رہا ہے

کراچی 13 اپریل کو کراچی کی حبیب یونیورسٹی کے پروگرام ڈائریکٹر اور ماہر معاشیات، ڈاکٹر فہد علی اپنے لیکچر کی تیاری کر رہے تھے جب انھیں انتظامیہ نے ہنگامی میٹنگ کے لیے طلب کیا۔اس میٹنگ کی وجہ وہ تقریب تھی جو اُسی روز شام میں حبیب یونیورسٹی میں منعقد ہونی تھی جس میں وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں (فاٹا) کے عوام کے بنیادی حقوق کی آواز اٹھانے والی تنظیم پشتون تحفظ تحریک (پی ٹی ایم) کی تیزی سے بڑھتی ہوئی مقبولیت کے تناظر میں پاکستان میں سماجی تحریکوں اور بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے گفتگو ہونا تھی۔بی بی سی سے بات کرتے ہوئے ڈاکٹر فہد علی نے بتایا کہ وہ جب میٹنگ کے لیے گئے تو ان کو بلاٹوک پیغام دیا گیا کہ اس تقریب کو 'ناگزیر حالات' کی بنا پر فی الفور منسوخ کیا جائے۔ان کا کہنا تھا کہ 'مجھے اندازہ ہوا کہ حالات ایسے ہیں کہ میں بحث نہیں کرسکتا اور نہ ہی میں انتظامیہ کو قائل کرنے کے لیے کوئی نکتہ پیش کرسکتا ہوں۔ میں نے ان کے اس فیصلہ کو قبول کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی کہ تقریب منسوخ ہوگئی ہے۔'ڈاکٹر فہد علی نے بتایا کہ اُس وقت انھیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ 'ناگزیر حالات' کیا ہیں لیکن اگلے 24 گھنٹوں میں ملک کی دیگر جامعات میں ہونے والے واقعات کی مدد سے وہ کڑی سے کڑی ملانے میں کامیاب ہو گئے۔حبیب یونیورسٹی میں تقریب کی منسوخی کے علاوہ ایسا ہی واقعہ لاہور کی لمز یونیورسٹی میں آیا جہاں گذشتہ سال توہین رسالت کے الزام میں قتل کیے جانے والے طالبعلم مشال خان کی برسی پر تقریب منعقد ہونا تھی۔اس کے علاوہ ڈیرہ اسماعیل خان میں ریاستی اداروں کے اہلکاروں نے گومل یونیورسٹی کے اساتذہ اور انتظامیہ سے ملاقات کی اور ان سے یونیورسٹی میں پڑھائے جانے والے نصاب کے بارے میں سوال و جواب کیے۔اس ملاقات کے بعد 12 اپریل کو یونیورسٹی کی جانب سے نوٹس جاری ہوا جس کے مطابق وہاں کے سابق طالبعلم اور پی ٹی ایم کے سربراہ منظور پشتین کا یونیورسٹی میں داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔یونیورسٹی ذرائع نے بی بی سی کو بتایا کہ یہ حکم ادارے کے وائس چانسلر کی جانب سے دیا گیا ہے لیکن کوئی وضاحت نہیں دی گئی۔چوتھا واقعہ لاہور کی پنجاب یونیورسٹی میں پیش آیا جہاں شعبہ عمرانیات کے استاد، ڈاکٹر عمار علی جان کو جامعہ کی انتظامیہ نے پڑھانے اور یونیورسٹی میں داخل ہونے سے منع کر دیا۔'ایک خوف اور دہشت کا ماحول بنایا جا رہا ہے جہاں ایک پشتون کی برسی پر تقریب کرنا بھی خطرے کا باعث سمجھا جا رہا ہے' ان واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے پاکستان میں اعلیٰ تعلیمی درسگاہوں سے تعلق رکھنے والے چند اساتذہ نے ایک احتجاجی خط لکھا جس پر پاکستان اور دنیا بھر کی بہترین جامعات سے تعلق رکھنے والے دانشوروں اور پروفیسروں نے اس کی حمایت میں اپنے دستخط کیے۔تعلیمی اداروں میں اظہار رائے پر بڑھتی ہوئی پابندیوں کے خلاف لکھے گئے اس خط میں کہا گیا ہے کہ 'یہ چاروں واقعات ایک ہی سلسلے کی کڑی ہیں جس کا مقصد جامعات میں تنقیدی سوچ اور افکار کو سلب کرنا ہے۔'اس خط میں مزید کہا گیا ہے کہ 'بحیثیت اساتذہ ہم پاکستانی جامعات پر ریاستی اداروں کے جبر اور دھونس کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور متعلقہ اداروں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مستقبل میں ہماری جامعات کو بیرونی مداخلت سے پاک رکھنے کے لیے ہر ممکن اقدامات کو یقینی بنایا جائے۔'اس خط کو

> ایک خوف اور دہشت کا ماحول بنایا جا رہا ہے جہاں ایک پشتون کی برسی پر تقریب کرنا بھی خطرے کا باعث سمجھا جا رہا ہے۔

تیار کرنے اور دنیا بھر سے سکالرز کو اس کی حمایت میں جمع کرنے میں لمز یونیورسٹی کی ایسوسی ایٹ پروفیسر اور ماہر عمرانیات ڈاکٹر ندا کرمانی سب سے آگے رہی ہیں۔اس سوال پر کہ اس خط کو لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی، ڈاکٹر ندا کرمانی نے بی بی سی کو بتایا کہ وہ اور ان کے کچھ ساتھی گذشتہ تین برسوں سے ملک بھر کی جامعات میں گھٹتی ہوئی 'انٹیلیکچوئل سپیس' کو مدنظر رکھتے ہوئے ملک بھر کی جامعات میں اساتذہ کو متحد کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔'جب ہم نے یکے بعد دیگرے ان واقعات کے بارے میں سنا تو ہم نے یہ خط لکھنے کا فیصلہ کیا جسے میں نے اتوار کو تیار کیا اور اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا۔'ڈاکٹر ندا کرمانی کے مطابق اس خط کی حمایت میں تقریباً 100 دستخط جمع ہونے کے بعد اسے سوشل میڈیا پر ڈال دیا گیا جس کے بعد اس کی مقبولیت میں مزید اضافہ ہوا ہے اور اب تقریباً 200 کے قریب اساتذہ اور دانشور اس پر اپنی حمایت کے دستخط کر چکے ہیں جن میں معروف امریکی فلسفی نوم چومسکی بھی شامل ہیں۔پاکستان میں آزادی صحافت پر قدغن لگانا کوئی انوکھی بات نہیں ہے اور گذشتہ چار دہائیوں سے میڈیا اور صحافیوں کو مختلف نوعیت کی سینسرشپ کا سامنا کرنا پڑتا رہا ہے۔لیکن میڈیا کے مقابلے میں تعلیمی اداروں میں اس قسم کی پابندیاں قدرے کم دیکھی گئی ہیں اور اسی وجہ سے ملک کی چار جامعات میں گذشتہ ہفتے ہونے والے ان واقعات سے سول سوسائٹی اور ملک کے ترقی پسند حلقوں میں ایک پریشانی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ڈاکٹر ندا کرمانی نے اس بارے میں بات کرتے ہوئے کہا کہ ایسے واقعات گذشتہ چند برسوں سے ہمیں زیادہ نظر آ رہے ہیں جہاں سرکاری بیانیے سے ہٹ کر کی جانے والی بات کو دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔'ان چاروں واقعات کی کڑی پاک فوج کے سربراہ جنرل قمر جاوید باجوہ کے 12 اپریل کو دیے جانے والے اُس بیان سے ملتی ہے جہاں انھوں نے پی ٹی ایم کے بارے میں بات کی تھی اور اس تحریک پر میڈیا میں تو ویسے ہی سینسرشپ ہے۔'ڈاکٹر ندا کرمانی نے اس اقدام پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ماضی کے واقعات کی طرح ایسے ہتھکنڈے کسی تحریک کو دبانے کے بجائے ان کو زیادہ مقبولیت فراہم کر دیتے ہیں۔دوسری جانب حبیب یونیورسٹی کے ڈاکٹر فہد علی نے کہا کہ چند سرکاری ادارے نہیں چاہتے کہ ملک میں شفاف اور تعمیری تنقید پر مبنی گفتگو کی جائے اور وہ ہمیشہ انھیں روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔'یہ کوئی پہلی دفعہ ایسا نہیں ہوا ہے کہ کسی پروفیسر کو نوکری سے نکال دیا گیا ہو، یا کوئی تقریب منسوخ کر دی گئی ہو۔ بلوچستان یونیورسٹی کے پروفیسر صبا دشتیاری اور کراچی یونیورسٹی کے پروفیسر شکیل اوج کے قتل بھی اسی سلسلے کی کڑی تھے جہاں اختلاف رائے رکھنے والوں کو خاموش کرا دیا گیا تھا۔اس کے علاوہ میڈیا اور تعلیمی اداروں میں بلوچستان میں گمشدہ افراد کا مسئلہ اور اب فاٹا کے عوام کے مسائل کے بارے میں بات کرنے سے منع کیا جا رہا ہے جس سے بظاہر یہ پیغام ملتا ہے کہ اگر آپ کوئی اختلاف رائے ہے تو اسے محض اپنے تک محدود رکھیں۔'لمز یونیورسٹی کی طالبہ اور مشال خان کی برسی کی تقریب منعقد کرنے والی حفصہ خواجہ نے بھی کہا کہ 2015 میں بلوچستان کے گمشدہ افراد کے حوالے سے لمز یونیورسٹی میں منعقد کیا جانے والا پروگرام سرکاری احکامات کی وجہ سے آخری لمحے پر منسوخ کر دیا گیا تھا جس پر کافی شور مچا تھا۔'میرا ذاتی خیال ہے کہ حالیہ واقعات کا شاخسانہ پی ٹی ایم کی مقبولیت سے ملتا ہے جہاں انھوں نے فاٹا کے عوام کے بنیادی حقوق کے لیے آواز اٹھائی ہے اور اصولی طور پر ہم سب کو اس پر غور کرنا چاہیے لیکن ایسا لگ رہا ہے کہ ایک خوف اور دہشت کا ماحول بنایا جا رہا ہے جہاں ایک پشتون کی برسی پر تقریب کرنا بھی خطرے کا باعث سمجھا جا رہا ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

ہر طبقے کی عورت کو مسائل کا سامنا ہے

فاخرہ تحریم

ایڈووکیٹ سپریم کورٹ حنا جیلانی کہتی ہیں

خواتین وکلاء کا ذکر ہو یا اس پروفیشن میں باصلاحیت خواتین کی بات ہو، عورتوں کے حقوق کی جدوجہد کی بات ہو یا ان کو لیگل ایڈ کی فراہمی کی بات، مارشل لاء دور میں اپنے حقوق کے لیے سڑکوں پر نکلنے کے حوصلہ کی بات ہو یا جمہوریت کے لیے لڑنے کی بات ہو تو حنا جیلانی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ کا نام لئے بغیر بات مکمل بھی نہیں ہوسکتی اور نہ ہی آگے بڑھ سکتی ہے۔ 1953ء میں ملک غلام جیلانی کے گھر پیدا ہونے والی لڑکی حنا جیلانی کی تربیت ہی اس انداز میں ہوئی کہ وہ خود بخود اس راستے کی طرف چل پڑیں جو انہیں اپنے اور دوسروں کے حقوق کے حصول کی طرف لے گیا۔ اپنی بہن عاصمہ جہانگیر سے دو سال چھوٹی لیکن اپنے عزائم میں پہاڑوں سے اونچا حوصلہ رکھنے والی یہ خاتون اس وقت نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں ویمن موومنٹ اور ہیومن رائٹس کی علمبردار کے طور پر جانی جاتی ہیں۔ 1992ء سے سپریم کورٹ کی ایڈووکیٹ کے طور پر کام کر رہی ہیں۔ 2002ء سے 2008ء تک اقوام متحدہ میں ہیومن رائٹس ڈیفنڈر کی نمائندہ ہیں۔ 200ء ملینیئم پیس پرائز فار ویمن کا ایوارڈ بھی حاصل کیا۔

ان کی شخصیت یا رعب اور ظلم اور ناانصافی کے خلاف خاموشی کو توڑنے والی اور سادگی کا پیکر ہے۔ ان سے گفتگو کا آغاز ہوا تو انہوں نے بتایا کہ سیاسی اور انسانی حقوق کے لیے جدوجہد کی وجہ والد کا کام اور ماحول تھا۔ میرے والد نے 1962 میں الیکشن لڑا اور اپوزیشن میں بیٹھے اور آزادی کے لیے پارلیمنٹ میں آواز اٹھائی۔ یہ تمام باتیں ذہن میں تھیں بلکہ ذہن میں سما گئی تھیں کہ طاقتور سے اپنے اور دوسروں کے حقوق کی بات کرنی ہے۔ اس زمانے میں پارلیمنٹ میں اپوزیشن ہوتی تھی اور لوگ اس کو پسند بھی کرتے تھے۔ میں کنیرڈ کالج میں بی اے میں تھی عمر بھی شاید 18 سال تھی تب سے ہی احتجاج کی روایت چل پڑی تھی۔ ہم نے اپنے والد کو کئی بار جیل جاتے دیکھا۔ ہمارے لیے یہ کوئی انہونی بات نہیں تھی۔ ہمارے گھر میں سیاسی محفلیں ہوتی تھیں۔ ایوب کے دور میں کئی لوگ خوف کی وجہ سے ہمارے گھر آنے سے ڈرتے تھے کیونکہ بہت خوف پھیلایا ہوا تھا۔ ہم سیاسی ماحول سے تب سے واقف تھے۔ والد سے جیل ملنے جاتے تھے۔ جیل کے ماحول سے بھی واقف تھے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی تشکیل ہمارے گھر میں ہوئی تھی۔ جن دنوں ذوالفقار علی بھٹو جیل میں تھے تو بیگم بھٹو ہمارے گھر آ کر ٹھہرتی تھیں۔ یوتھ میں ایک بھرپور جذبہ تھا، جلسے جلوسوں میں شریک ہوتے تھے۔ ہم چار بہن بھائی ہیں۔ ایک بڑی بہن اور سب سے چھوٹا بھائی تھا۔ دوسرے نمبر پر عاصمہ اور پھر اس سے چھوٹی میں تھی۔ بھائی ایک تھا لیکن والدین نے کبھی بچوں سے کسی طرح کا امتیاز نہیں برتا۔ والدین نے کبھی ہمیں نہیں ٹوکا لیکن والدہ ہماری پڑھائی اور آنے جانے پر نظر ضرور رکھتی تھیں۔ ہم نے کبھی بھائی سے سپیشل ٹریٹمنٹ ہوتے نہیں دیکھا۔ میرے نانا مولانا اصلاح الدین احمد پڑھے لکھے تھے وہ اپنا ادبی رسالہ ''دنیا'' نکالتے تھے۔ ہماری والدہ ایف سی کالج میں مخلوط تعلیم میں پڑھنے والی پہلی مسلم خاتون تھیں۔ میرے والد کا

میرے والد نے 1962 میں الیکشن لڑا اور اپوزیشن میں بیٹھے اور آزادی کے لیے پارلیمنٹ میں آواز اٹھائی۔ یہ تمام باتیں ذہن میں تھیں بلکہ ذہن میں سما گئی تھیں کہ طاقتور سے اپنے اور دوسروں کے حقوق کی بات کرنی ہے۔ اس زمانے میں پارلیمنٹ میں اپوزیشن ہوتی تھی اور لوگ اس کو پسند بھی کرتے تھے۔ میں کنیرڈ کالج میں بی اے میں تھی عمر بھی شاید 18 سال تھی تب سے ہی احتجاج کی روایت چل پڑی تھی۔ ہم نے اپنے والد کو کئی بار جیل جاتے دیکھا۔ ہمارے لیے یہ کوئی انہونی بات نہیں تھی۔

امیر گھرانے سے تعلق تھا اور وہ شہر کے رہنے والے تھے اور بہت پروگریسو اور آزاد و روشن خیال شخص تھے۔ میرا بھائی لندن میں پڑھتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ کہا کہ لوگ ولایت جاتے ہیں۔ جرمنی اور کبھی فرانس جا رہے ہوتے ہیں ہم کیوں نہیں جاتے، تو میرے والد نے میری فرمائش پر کہ میں بھی فرانس جانا چاہتی ہوں مجھے پیسے لا کر دے دیے اور کہا کہ تم جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ۔ لیکن میرا اپنا حوصلہ ہی نہیں پڑا کہ میں اکیلی چلی جاتی۔ بھٹو سے ہمارے بڑے اچھے مراسم تھے لیکن مشرقی پاکستان پر ملٹری ایکشن سے اختلافات شروع ہوگئے۔ یحییٰ خان کو میرے والد نے خط لکھا کہ آپ ملک توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں تو مارچ 1970ء میں ان کو ہاؤس ریسٹ کر دیا گیا۔ بھٹو کے دور میں بھی ان کو ٹارگٹ کیا

گیا لیکن جب ان کی حکومت ختم کی گئی تو اس سے اختلاف کیا کہ جمہوری حکومت جیسی بھی ہو یہ چلنی چاہیے۔ میرے والد بھی وکیل تھے انہوں نے پریکٹس کبھی نہیں کی تھی۔ ضیاء الحق کے دور میں جب بھٹو پر مقدمہ چل رہا تھا تو عدالت جاتے، میں بھی ساتھ جاتی، والد کہتے کہ ایسا لگتا ہے جوڈیشری کوئی دشمنی نکال رہی ہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے لاء کی تعلیم مکمل کی تھی اور پریکٹس شروع کر دی تھی۔ اس وقت عدالتوں میں خواتین وکلا زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ ہم دونوں بہنیں جاتی تھیں، ججوں کا رویہ بھی اچھا ہوتا تھا اور عام خیال یہ تھا کہ یہ چند دن کا شوق ہے پھر یہ بھی گھروں میں بیٹھ جائیں گی۔ ضیاء الحق کے دور میں جب جیلوں میں وزٹ کے لیے جاتی تھی تو یہ محسوس کیا کہ روز بروز جیلوں میں عورتوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ جہاں پہلے 17 عورتیں ہوتی تھیں اب ان کی تعداد ساٹھ سے بھی اوپر ہوگئی۔ پتہ چلا کہ زنا آرڈیننس اور قانون شہادت ایسے قوانین عورتوں کو متاثر کر رہے ہیں اور زنا میں خواتین کی بڑی تعداد جیلوں میں بند کی جا رہی ہے۔ اس وقت عاصمہ، میں نے، شہلا اور گل رخ نے اے جی ایچ ایس کی بنیاد رکھی اور ہمیں سمجھ آ گئی کہ ایسے قوانین بنائے گئے ہیں جو عورت کے خلاف معاشرتی رویے کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ پھر اس لاء فرم کے ذریعے ہم نے عورتوں کے لیے لیگل ایڈ کا کام شروع کر دیا اور خواتین کے حقوق اور انسانی حقوق کے لیے کام کا آغاز کیا۔ ہمارا خیال تھا کہ ہر شخص کو مذہب کی آزادی ہونی چاہئے لیکن مذہب کو ریاست چلانے کی بنیاد نہ بنائیں۔ اس پر ہم نے ویمن ایکشن فورم کی بنیاد رکھی کیونکہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام شہریوں سے براہ راست برابری کا سلوک کرے۔ ریاست طاقتور ہوتی ہے ہمارا خیال تھا کہ اس کو بیلنس کرنے کے لیے مضبوط سول سوسائٹی کی ضرورت

ہے۔لوگوں کو تنظیم سازی کی اجازت ہو، آزادی صحافت ہو، اظہار رائے کی آزادی ہو، 12 فروری 1983 میں خواتین نے فوجی دور حکومت میں مال روڈ پر زنا آرڈیننس اور قانون شہادت کے خلاف جلوس نکالا۔ مقصد یہ تھا کہ جو قوانین اسلام کے نام پر بنائے جا رہے ہیں وہ نہ اسلامک ہیں اور نہ ہی اسلامی معاشرے کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ فوجی حکومت نے خواتین پر ڈنڈے برسائے، حبیب جالب بھی اس جلسہ میں موجود تھے ان کو بھی ڈنڈے پڑے۔ جن 35 خواتین کو گرفتار کیا گیا میں بھی ان میں شامل تھی۔ ہمیں تھانے لے جایا گیا۔ یہ ساری پروفیشنل عورتیں تھیں۔ اس موقع پر انٹرنیشنل پریس بھی پہنچ گیا۔ جلوس میں وکیل بھی شامل تھیں۔ میرے والد کو جب پتہ چلا تھا کہ ہم نے جلوس نکالنا ہے تو وہ خوش ہوئے اور کہا تھا کہ اگر تم سمجھتی ہو کہ جلوس نکلنا چاہیے تو بہت اچھی بات ہے۔ جب سب عورتوں نے اپنے گھر فون کر کے بتایا کہ ہمیں گرفتار کر لیا گیا ہے تو میں نے بھی فون کر کے بتایا۔ اس پر والد صاحب نے کہا جب رہا ہو جاؤ تو آ جانا، وہ ہمارے پیچھے نہیں آئے لیکن جرنلسٹوں سے ان کا مسلسل رابطہ تھا۔ ان کا یہی رویہ تھا جس نے ہمیں سکھایا کہ جدوجہد کرو، جو کام تم کر رہے ہو تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ اس کا یہ نتیجہ ہو سکتا ہے پھر اس کو بھگتنے کے لیے تیار رہو۔ ستمبر 1983ء میں مجھے، عاصمہ اور بشریٰ اعتزاز کو گھر میں نظر بند کر دیا گیا تھا ایک ماہ کے لیے۔ ہم عورتوں کی تحریک چلا رہے تھے۔ ہم نے اپنی تحریک کو ایم آر ڈی سے جوڑ لیا تھا۔ ہمیں سمجھ آ گئی تھی کہ عورتوں کی ترقی تنہائی میں نہیں ہو سکتی۔ ہماری تحریک نے کام شروع کیا تو باقی لوگوں نے بھی ہمارا ساتھ دیا۔ اس میں مزدور بھی شامل ہو گئے۔ جمہوریت کا کاز کامن تھا۔ ہمیں ایک ماہ کے بعد ریلیز کیا گیا پھر 15 دن کے بعد 18 عورتوں کو گرفتار کر کے کوٹ لکھپت جیل بھیج دیا۔ ان میں مدیحہ گوہر، عاصمہ جہانگیر، میں، روبینہ سہگل، ریانہ توفیق، ان کی والدہ، رضیہ آپا، تمکنہ آریہ لوگ سیاسی جدوجہد سے منسلک تھے۔ ہمارے ساتھ سختی کرنے کی کوشش کی گئی اور ہمیں سی کلاس میں رکھا گیا جہاں کریمنل عورتوں کو رکھا جاتا ہے، پھر بی کلاس میں شفٹ کیا گیا جو سیاسی لوگوں کے لیے ہوتی ہے۔ ہم خواتین جیل کے ایک حصے سے نعرہ لگاتی تھیں تو دوسری طرف سے مرد نعرہ لگاتے۔ سپرنٹنڈنٹ ہاتھ جوڑتا۔ اس طرح ہم نے جیل سے سیاست بھی سیکھ لی۔ جیل میں سب کے ساتھ ایک سپیشل رشتہ بن گیا۔ میں نے اپنے پروفیشن کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا۔ میں نے ایک اندھی لڑکی کا کیس لڑا جسے زنا میں قید کیا گیا تھا کہ وہ اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر پا رہی تھی۔

اس وقت جیل میں بند عورتیں 50 فیصد تک زنا کے کسی میں قید تھیں۔ اگر کوئی خاتون گھریلو تشدد کی شکایت کرتی تو اس کی حمایت کرنے والے پر زنا کا الزام لگا کر دونوں کو قید کر کے جیل بھیج دیا جاتا۔ مرضی سے شادی کرنے پر زنا کا الزام لگا دیا جاتا۔ اس وقت زنا کے الزام میں ہر عمر کی خواتین جیل میں تھیں۔ جب اے جی ایچ ایس نے لیگل ایڈ کا کام شروع کیا تو احساس ہوا کہ ان عورتوں کو پروٹیکشن کی بھی ضرورت ہے۔ جب ان کو دارالامان بھیجتے تو وہ ان کو بند کر دیتے۔ جس فیملی کے ظلم کا وہ شکار تھی، اسی کے ساتھ اس کو بھیج دیا جاتا اس لیے ہم نے ان خواتین کے لیے کرائے کے گھر میں 1990 میں دستک بنایا اور 2018ء تک 8 ہزار عورتوں کو سروس فراہم کر چکے ہیں۔ ان میں ہر عمر کی شادی شدہ، بڑے بڑے سیاستدانوں کی بیویاں اور بیٹیاں بھی پناہ حاصل کر چکی ہیں کیونکہ ہر طبقے کی عورت مسائل کا شکار ہے۔ میں نے فیملی کورٹس میں ساڑھے تین ہزار کیس کیے ہیں۔ فیملی کورٹس سے ہائیکورٹ اور سپریم کورٹ گئے تو عدالتی سٹینڈر سیٹ ہونے لگے۔

سویلین دور میں بہت سے قوانین ڈرافٹ کیے گئے۔ کئی قوانین توڑ مروڑ کر بنائے گئے لیکن یہ بات سامنے آئی کہ مسائل ہیں عورتوں کے۔ سیاسی جماعتوں نے عورتوں کے حقوق کے حوالے سے پروگرام اپنے منشور میں رکھے۔ غیرت کے نام پر قتل، جنسی ہراسمنٹ کے حوالے سے، چائلڈ پروٹیکشن کے حوالے سے قوانین بنے۔ خواتین کے حقوق کی تحریک سے ہیومن رائٹس کی تحریک نکلی۔ پاکستان میں خواتین رہیں۔ انسانی حقوق کی تحریک کے ایجنڈے میں عورتوں کے حقوق سرفہرست رہے۔ خواتین کے ساتھ اقلیتوں اور کسانوں کی تحریکیں بھی شامل ہو گئیں جس سے اس کو تقویت ملی۔ آج ہم اعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ عورتوں کے حوالے سے ترقی ہوئی ہے۔ خواتین وکلا کی کامیابی ہے کہ عدالتی سوچ میں فرق آیا ہے۔ 1980ء اور 90 کی دہائی میں عدالتوں کے جو ریمارکس تھے وہ قابل اعتراض تھے وہ اب نہیں آ رہے۔ یہ اچھی تبدیلی ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ جو قوانین بن چکے ہیں ان پر عملدرآمد کے ذرائع بنائیں۔ عدالتی چارہ جوئی کے پراسس کو آسان بنائیں، کامیاب پراسیس بھی ہوئے ہیں ملتان میں عورتوں کے لیے تشدد کے خلاف جو سنٹر بنایا گیا ہے اس پر مجھے تحفظات ہیں۔ ہم نے دستک کے ذریعے سٹینڈر بنا کر دکھایا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ میں عورتوں کو کبھی بند نہیں کروں گی۔ دستک کے راستے میں مسائل آئے 8 ہزار کیسوں میں سے 15 کیسوں میں مسئلہ پڑا لیکن ہم نے ادارے کی حفاظت کے لیے قواعد وضوابط بنائے۔

عورتیں اپنے فیصلے خود کرتی ہیں اگر ہم ان کو بند کر دیں گے تو ان کے معاملات کون دیکھے گا۔ ہم ان کو تنہا نہیں کرنا چاہتے۔ اگر عورت درخواست کرتی ہے تو ہم فیملی اور اس کے درمیان صلح بھی کرواتے ہیں۔ ملتان میں ایک سنٹر بنانا کافی نہیں۔ صرف ملتان میں کیوں؟ ہر جگہ عورت کو تحفظ کیوں نہ ملے۔ پھر سٹاف کی تربیت ہونی چاہیے تا کہ ان کے متعصّبانہ رویے اور بدتمیزی کو ختم کیا جائے پھر ریسورسز پیدا کریں کیونکہ اس کے لیے پیسہ بھی چاہیے۔ لاہور میں حکومت کے دارالامان میں بہت بہتری آئی ہے۔ یہ تصور ختم ہونا چاہیے کہ عورت گھر سے کسی غلط کام کے لیے ہی نکلتی ہے۔ میں نے فوجداری کیس بھی کیے ہیں اب ٹرائل نہیں کر رہی شاید کچھ وکلا خواتین کر رہی ہیں۔ مشکل کام ہے لیکن اس سے وہ سیکھیں گی۔ سیاست میں مجھے بہت دلچسپی ہے۔ جمہوریت چلانے کے لیے سیاسی جماعتوں سے ہی اچھی لیڈرشپ نکلے گی ان کو موقع تو دیں تب ہی ذمہ داری آئے گی۔ کوئی ادارہ اپنی حدود سے تجاوز نہ کرے اور جس کی جو ذمہ داری ہے اس کو کرنے دیں۔ لوگوں کی توجہ اس ادارے کی طرف دلائیں تا کہ وہ ان سے جواب مانگ سکیں۔ مجھے کھانا پکانے کا بھی شوق ہے لیکن بہت برا کھانا بناتی ہوں وہ کوئی دوسرا نہیں کھا سکتا لیکن میں خود کھاتی ہوں۔ بچے بہت پسند ہیں۔ دادی کے ساتھ پنجابی بولتی تھی۔ والدین دونوں پنجابی تھے۔ انگریزی کام کے حوالے سے سیکھی۔ فرنچ تھوڑی بہت آتی ہے۔ بچوں کے خلاف بڑھتے ہوئے جرائم پر بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ''اب دور ایسا ہے کہ بچوں پر اعتماد کرنا ہوگا۔ تحفظ کے نام پر بچوں کی صلاحیتوں کو سلب نہ کریں اس ماحول سے لڑیں جو بچوں کو تحفظ نہیں دیتا۔ بچوں کی آزادی سلب نہ کریں انہیں مختلف معاملات کی طرح شادی میں مرضی کا حق دیں کیونکہ شادی تو مرضی کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی، نبھانا تو شادی کرنے والوں نے ہے۔ کم عمر کی شادی معاشرتی اور صحت کی خرابی کو جنم دیتی ہے۔ اکیسویں صدی میں جو اس کے مضمرات کو نہیں سمجھتا وہ باشعور نہیں۔ یہ نو عمر بچوں کی اموات کی بھی بڑی وجہ ہے۔ یہ کیسے مثبت کلچر ہو سکتا ہے یہ ظلم ہے اور کچھ نہیں۔ فیملی لاز کے حوالے سے بہتری آئی ہے لیکن فیملی کورٹس عارضی اور فوری نان نفقہ کا انتظام نہیں کرتیں۔ عورت کو بچوں کی گارڈین شپ کے لیے عدالتوں کے چکر کاٹنے پڑتے ہیں۔ وہ سسرال کے ہاتھوں بلیک میل ہوتی ہیں۔ زیادہ فیصلے ماں کے حق میں ہوتے ہیں لیکن جب تک فیصلہ نہیں ہوتا ماں کے لئے بچے پالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ بچوں کی آزادی سلب نہ کریں بلکہ اس ماحول کے خلاف لڑیں جو انہیں تحفظ نہیں دیتا۔

(بشکریہ: روزنامہ جنگ)

مزدوروں کے تین شیڈز

یاسر پیرزادہ

اگر کسی کا خیال ہے کہ ملک کے حکمران مزدوروں کے عالمی دن کے موقع پر اُن کے لئے فکر مند ہیں، کوئی حکومتی ادارہ محنت کشوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے دن رات کوشاں ہے، کسی مِل کا مالک رات کو اپنے کارکنوں کے غم میں کروٹیں بدلتا رہتا ہے، کوئی این جی او مزدوروں کی کسمپرسی کو اس ملک کا سب سے بڑا مسئلہ سمجھ کر اس کا حل ڈھونڈنے کی کوششوں میں مصروف ہے.

کوئی کالم نگار چٹپٹے موضوعات کی قربانی دے کر مزدوروں کے مسائل پر کالم لکھنا چاہتا ہے، کوئی اینکر اپنے پروگرام کی ریٹنگ کی قربانی دے کر مزدوروں کے حق میں پروگرام کرنا چاہتا ہے یا کوئی مولوی صاحب جمعہ کا خطبہ فقط یہ بتانے میں صرف کرنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ کا حکم ہے کہ ''مزدور کو اس کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو''، تو یہ ہماری خوش فہمی کی انتہا ہے۔

یکم مئی ایک چھٹی کا دن ہے جو عام آدمی سو کر، سیاست دان بیان دے کر اور مزدور یہ سوچ کر گزارتا ہے کہ کل وہ اپنے بچوں کی روٹی کیسے کمائے گا۔ ہاں کچھ مزدوروں کی تنظیمیں تقریریں وغیرہ کرتی ہیں، اخبارات میں ایک آدھ بیان چھپ جاتا ہے، تھوڑی رونق لگ جاتی ہے، اس کے بعد راوی چین ہی چین لکھتا ہے۔ یہ بالکل ویسے ہی ہے جیسے کسی غریب بچے کے یتیم ہونے کی صورت میں چند لوگ افسوس کرنے پہنچ جاتے ہیں، اسے ''حوصلہ کرو'' کہتے ہیں، بارہ تیرہ سال کا بچہ خالی خالی نظروں سے ان سمجھدار لوگوں کو دیکھتا ہے اور پھر وہ دو گھنٹے بعد قبر کی مٹی سے ہاتھ جھاڑ کر واپس اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں، خود کو یہ تسلی دے کر کہ کسی نہ کسی طریقے سے یہ بچہ جی ہی لے گا۔

پاکستان میں محنت کش لوگ تین طبقات میں بٹے ہیں، ایک وہ جو کارپوریٹ سیکٹر میں کام کرتے ہیں، دوسرے وہ جو حکومتی اداروں میں کام کرتے ہیں اور تیسرے وہ جو پہلے دو میں شامل نہیں اور کسی سیٹھ کی فیکٹری میں، سڑک پر مزدوری کی تلاش میں، ہوٹلوں، کھانے پینے کی دکانوں، شاپنگ مالز، گھروں اور بازاروں میں کام کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ پہلا طبقہ ان سب میں بہتر ہے.

یہ وہ ''خوش قسمت غریب'' ہیں جنہیں غیر ملکی کمپنیوں یا بڑے ملکی کاروباری اداروں میں ملازمت ملی ہوئی ہے، وہاں انہیں لیبر قوانین کے مطابق تنخواہ دی جاتی ہے، ان کی زندگی اور صحت کا بیمہ کروایا جاتا ہے، ملازمت سے برخواستگی کی صورت میں ایک مناسب رقم ادا کی جاتی ہے، سال میں دو تین ہفتے کی چھٹی مع تنخواہ دی جاتی ہے اور کام بھی انسان سمجھ کر لیا جاتا ہے۔

ملٹی نیشنل کمپنیاں، غیر ملکی ادارے، بڑی پاکستانی کمپنیاں (خاص طور سے ایکسپورٹر جن پر اُن کے غیر ملکی خریدار اس حوالے سے کڑی نظر رکھتے ہیں)، بین الاقوامی تنظیمیں اور سفارت خانے ایسی جگہیں ہیں جہاں اگر کسی محنت کش کو نوکری مل جائے تو اس کی زندگی سنور جاتی ہے، میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جنہوں نے ڈرائیور کی ملازمت کرتے ہوئے اپنا مکان بنا لیا، یہ سب کچھ لیبر قوانین پر عمل کی وجہ سے ممکن ہوتا ہے۔

اِس کا مطلب یہ نہیں کہ ملٹی نیشنلز میں سب اچھا ہے، کچھ غیر ملکی کمپنیاں نہایت چالاکی کے ساتھ کسی لیبر فرم سے معاہدہ کرتی ہیں، یہ لیبر فرم کارکنوں کو نہایت کم تنخواہ اور کڑی شرائط پر ہائر کرتی ہے، جنہیں کسی بھی وقت بغیر کوئی وجہ بتائے فارغ کیا جا سکتا ہے، انہیں گھنٹوں کے حساب سے کام کرنے کے پیسے دیئے جاتے ہیں اور چھٹی کی صورت میں کچھ نہیں ملتا۔ اِس کے بعد یہ لیبر فرم ان ملازمین کو ٹھیکے پر ملٹی نیشنل کمپنی کے حوالے کر دیتی ہے جو ان سے جانوروں کی طرح کام لیتی ہے.

حال حکومتی اداروں کا یہ ہے کہ یکم مئی کی چھٹی کا نوٹیفکیشن بھی ڈھنگ سے جاری نہیں کر سکتے، لسبیلہ یونیورسٹی، بلوچستان نے یکم مئی کی چھٹی کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ جامعہ یکم مئی کو بند رہے گی تاہم پلمبر، ڈرائیور، سیکورٹی گارڈ، مالی اور جنریٹر اور ٹیوب ویل آپریٹر وغیرہ کام پر آئیں گے۔ یہ ہے ہمارے شعور اور سماجی رویوں کا کُل خلاصہ۔

فائدہ ملٹی نیشنل کو یہ ہوتا ہے کہ تکنیکی اعتبار سے یہ لوگ اِس کے ملازم نہیں ہوتے اور یوں وہ کمپنی کسی بھی قسم کے لیبر قانون کی گرفت میں آنے سے بچ جاتی ہے اور دوسری طرف جس لیبر فرم نے انسان سپلائی کرنے کا یہ ٹھیکہ لیا ہوتا ہے وہ لیبر قوانین کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھا کر ان ملازمین کو وہ مراعات بھی نہیں دیتی جن پر اُن کا حق ہوتا ہے۔

اس پورے کھیل میں وہ ملٹی نیشنل کمپنیاں بھی شامل ہیں جن کے کھانے کی ''چین'' کئی براعظموں میں پھیلی ہوئی ہے۔

دوسرا طبقہ حکومتی اداروں سے جڑا ہے۔ یہ زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو غیر مستقل ہیں، ان کی ملازمت پکی نہیں، مختلف ادارے انہیں دیہاڑی پر رکھتے ہیں، ان سے کام لیتے ہیں، ان کا کوئی بیمہ نہیں اور چھٹی کی صورت میں کوئی پیسہ نہیں ملتا۔ مگر فائدہ انہیں یہ حاصل ہے کہ حکومت گاہے گاہے انہیں مستقل کرنے کی پالیسی جاری کرتی رہتی ہے اور یوں یہ حکومتی ملازمت حاصل کر لیتے ہیں اور انہیں سڑک پر بیٹھے مزدور کی طرح روزانہ اس اذیت سے بھی نہیں گزرنا پڑتا کہ نہ جانے آج کام ملے گا یا نہیں، سو اس لحاظ سے یہ تیسرے طبقے سے بہتر ہیں۔ ان کے لئے ایک کام حکومت یہ کر سکتی ہے کہ تمام سرکاری اداروں کو پابند کر دے کہ ایسے دیہاڑی دار ملازمین کی کم از کم اجرت، اگر وہ پورا مہینہ کام کریں، تو چودہ ہزار سے کم نہ ہو، تا حال کئی ایسے سرکاری ادارے ہیں جہاں یہ اجرت نافذ العمل نہیں، دوسرا کام حکومت کے کرنے کا یہ ہے کہ یکم مئی کو اس مزدور طبقے کی چھٹی والے دن ان کی اجرت نہ کاٹی جائے۔

حال حکومتی اداروں کا یہ ہے کہ یکم مئی کی چھٹی کا نوٹیفکیشن بھی ڈھنگ سے جاری نہیں کر سکتے، لسبیلہ یونیورسٹی، بلوچستان نے یکم مئی کی چھٹی کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ جامعہ یکم مئی کو بند رہے گی تاہم پلمبر، ڈرائیور، سیکورٹی گارڈ، مالی اور جنریٹر اور ٹیوب ویل آپریٹر وغیرہ کام پر آئیں گے۔ یہ ہے ہمارے شعور اور سماجی رویوں کا کُل خلاصہ۔

تیسرے طبقے کا حال سب سے برا ہے۔ یہ روزانہ صبح اٹھ کر ایک نئی قیامت کا سامنا کرتے ہیں، فٹ پاتھ پر مزدوری کی تلاش میں بیٹھ جاتے ہیں، کوئی امیر انہیں کام پر لے جائے تو ٹھیک ورنہ شاید بھوکے رہتے ہیں، میں نے کبھی پتہ لگانے کی کوشش نہیں کی کہ کام نہ ملنے کی صورت میں یہ کیا کرتے ہیں! جو لوگ کسی سیٹھ کی مِل میں ملازم ہیں انہیں تنخواہ کے ساتھ بونس کی جگہ ذلت مفت میں ملتی ہے اور جو کھانے پینے کی دکانوں میں دوڑتے بھاگتے آرڈر لیتے نظر آتے ہیں انہیں تنخواہ نہیں ملتی، ان کا گزارہ فقط ٹِپ پر ہوتا ہے۔

کسی کا کوئی بیمہ نہیں، کوئی چھٹی نہیں، کوئی کم از کم اجرت نہیں اور بندہ مزدور کے اوقات کا کوئی تعین نہیں۔ ان میں بھٹہ مزدور بھی شامل ہیں اور ایسے محنت کش بھی جنہیں مسلسل پچاس پچپن ڈگری سینٹی گریڈ میں اسٹیل فرنس میں کام کرنا پڑتا ہے۔ جس دن ان لوگوں کو کام نہیں ملتا، اُس روز ان کے گھر کا چولہا کیسے جلتا ہے کوئی نہیں جانتا اور نہ کوئی جاننا چاہتا ہے۔

ہمارے ملک کے مسائل نہایت اہم اور پیچیدہ ہیں جنہیں بڑی مشکل سے ہم نے پیدا کیا، ایسے میں کس احمق کے پاس وقت ہے کہ وہ مزدوروں کے حقوق جیسے بے رنگ موضوع پر اپنا سر کھپائے۔ آئیے کسی کی پگڑی اچھالتے ہیں، اس میں زیادہ مزا ہے۔

کالم کی دُم: ا?ج کا وقت اور تاریخ نوٹ فرما لیں۔ پاکستان میں ا? زادی? اظہار کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ اب کسی کو اس ا? زادی کی جنگ لڑنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہو رہی۔

(بشکریہ: ہم سب)

عورتیں

ماں نے 2 بچوں کو قتل کردیا، ایک زخمی

ہنگو 7 پریل کو تحصیل میں ماں نے فائرنگ کرکے دو بچوں کو قتل اور ایک کو زخمی کردیا۔ پولیس نے ملزمہ کو آلہ قتل سمیت گرفتار کرلیا۔ ملزمہ کا کہنا ہے کہ اس کے دو دیوروں اور ساس نے اس کے سر پر کلاشنکوف تان رکھی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو ماردو۔ اس حوالے سے تھانہ دوآبہ کے ایس ایچ او محمد طارق اورکزئی نے بتایا کہ گزشتہ روز دوپہر 2 بجے دوآبہ کے نواحی علاقہ محلّہ قریش آباد کربوغہ شریف میں ماں مسماۃ شمع بی بی زوجہ شوکت محمد نے پستول سے فائرنگ کرکے تین بچوں اڑھائی سالہ لائبہ بی بی، 18 ماہ کے سیف ہمدان اور چار سالہ سلمہ بی بی کو فائرنگ کرکے شدید زخمی کردیا۔ جن میں لائبہ بی بی اور سیف ہمدان جاں بحق ہوگئے جبکہ 4 سالہ سلمٰی بی بی کو شدید زخمی حالت میں ہسپتال منتقل کردیا گیا۔ ایس ایچ او نے مزید بتایا کہ واقعے کے بعد پولیس نے قاتل ماں مسماۃ شمع بی بی کو آلہ قتل سمیت گرفتار کرلیا۔ ملزمہ نے اقرار جرم کرتے ہوئے کہا کہ اس نے مجبوراً فائرنگ کرکے اپنے بچوں کو قتل کیا کیونکہ گزشتہ پانچ سالوں سے دیوروں اور ساس نے زندگی اجیرن بنا رکھی تھی۔ گزشتہ روز دو دیوروں اور ساس نے اس کے سر پر کلاشنکوف تان کر کہا کہ اپنے بچوں کو قتل کردو ورنہ وہ اسے ختم کردیں گے۔ اس نے مجبوراً اپنے بچوں پر فائرنگ کردی۔، ایس ایچ او طارق اورکزئی نے کہا کہ واقعے کی تفتیش جاری ہے۔ (بشکریہ روزنامہ آج)

ماں و بچے کی صحت کا پروگرام، ملازمین کی تنخواہیں بند

پشاور 3 پریل کو وفاق کی جانب سے فنڈز کی عدم فراہمی کے باعث خیبر پختونخوا میں ماں و بچے کی صحت پروگرام ایم این سی ایچ کے 450 سے زائد ملازمین کو 3 ماہ سے تنخواہوں کی ادائیگی نہ ہوسکی جس سے ملازمین شدید مشکلات کا شکار ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ایم این سی ایچ پروگرام کے تین سالہ منصوبہ کیلئے پی سی ون کے تحت 862 ملین روپے مختص تھے، منصوبے کی مدت رواں سال جون 2018ء میں ختم ہوجائیگی، تاہم وفاق نے تاحال ایم این سی ایچ پروگرام کے رواں سال کے مختص بجٹ کے 136 ملین روپے جاری نہیں کیئے جس سے گزشتہ سال جون 2017ء سے ملازمین کی تنخواہیں بندش کا شکار ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ملازمین کو درپیش مشکلات پر خیبر پختونخوا حکومت نے گزشتہ ماہ برج فنانسنگ کے تحت ایک کروڑ 40 چالیس لاکھ روپے فراہم کردیئے جس سے ملازمین کو دسمبر 2017ء تک تنخواہوں کی ادائیگی کردی گئی، تاہم اب دوبارہ جنوری سے ملازمین کو تنخواہوں کی بندش کا سامنا ہے، ذرائع کا کہنا ہے کہ ملازمین مستقل ہونے کے باوجود تنخواہوں سے محروم ہیں۔ کئی ملازمین کا کہنا ہے کہ بوں کے نئے تعلیمی سیشن کا آغاز ہوگیا ہے، تنخواہوں کی عدم فراہمی سے وہ ایڈمشن فیس دینے سے بھی قاصر ہیں۔ ملازمین نے صوبائی حکومت سے اس معاملے کا نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔ (بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

شوہر کے تشدد سے بیوی زخمی

ڈیرہ اسماعیل خان 6 پرایل کو گھریلو جھگڑنے پر شوہر نے بیوی کو تشدد کا نشانہ بنا کر ہسپتال زخمی کردیا۔ پشاور کی رہائشی 25 سالہ مسماۃ ثمینہ بی بی نے پولیس کو بتایا کہ اس کی شادی ساجد انور سے ہوئی۔ اس کا ڈیرہ میں کوئی رشتہ دار نہیں، اس کے شوہر نے اس کے ساتھ لڑائی جھگڑا اور مار پیٹ روز کا معمول بنالیا ہے۔ واقعہ کے روز گھر میں موجود پیڈسٹل فین میں خرابی تھی۔ شوہر کو مرمت کیلیے کہا تو وہ طیش میں آگیا اور اسے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور لاتوں، مکوں سے زدوکوب کرتا رہا جس سے وہ زخمی ہوگئی اور اب ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ پولیس نے مقدمہ درج کرلیا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

بھائی نے تکرار پر بہن کو قتل کردیا

مردان 4 پریل 2018 کو غلہ ڈھیری میں تکرار کے بعد بھائی نے فائرنگ کرکے شادی شدہ بہن کو موت کے گھاٹ اتار دیا، پولیس رپورٹ کے مطابق مردان کے نواحی گاؤں غلہ ڈھیری میں ملزم احمد ولد نور زمان نے تکرار کے بعد اپنی ہمشیرہ زوجہ محبّ الرحمان کو فائرنگ کرکے قتل کرڈالا، اور واردات کے بعد فرار ہوگیا، مقتولہ کے دوسرے بھائی بخت روان کی رپورٹ کے مطابق اس کے بھائی ملزم احمد نے اپنے سالے شاہنا مولد فرمان ساکن نوشہرہ کے ایماء پر بہن کو قتل کردیا ہے، پولیس تھانہ شیخ ملتون ٹاؤن کے عملے نے مقدمہ درج کرکے واقعے کی مزید تفتیش شروع کردی۔ (روزنامہ آج)

لڑکی آپریشن کے انتظار میں دم توڑ گئی

چترال 4 پریل کو ڈی ایچ کیو ہسپتال چترال میں لڑکی تین دن اپینڈکس کے آپریشن کا انتظار کرتی ہوئی تڑپ تڑپ کر دم توڑ گئی۔ ورثاء نے ہسپتال انتظامیہ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے چترال بونی روڈ بلاک کردیا۔ گاؤں کوغذی کے رہائشی مولانا قمرالدین کی 14 سالہ بیٹی کو علاج کیلئے ڈی ایچ کیو ہسپتال چترال میں داخل کریا گیا، تشخیص سے معلوم ہوا کہ مریضہ کو اپینڈکس کی شکایت ہے جسے آپریشن کی ضرورت ہے لیکن آپریشن کے انتظار میں لڑکی مبینہ طور پر تین دن ہسپتال میں تڑپتی رہی اور ہسپتال میں دم توڑ دیا، ڈاکٹروں کی کی اس سنگدلی پر متوفیہ کے ورثاء سراپا احتجاج بن گئے اور انہوں نے چترال بونی روڈ بلاک کردیا جو بعدازاں مذاکرات کے بعد کھول دیا گیا۔ مظاہرین نے حکومت سے واقعہ کی انکوائری کا مطالبہ کیا اور کہا کہ صوبائی حکومت ہسپتالوں میں علاج معالجے کی سہولیات کے بلند و بانگ دعوے کررہی ہے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ (بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

ڈی ای او فی میل کرک کو ملازمین نے یرغمال بنالیا

کرک 31 مارچ کو محکمہ تعلیم کرک کے اہلکاروں نے دفتر کے مین گیٹ کو تالہ لگا کر ڈی ای او فی میل کو یرغمال بنالیا، پولیس نے مداخلت کرکے خاتون آفیسر کی شکایت پر تفتیش شروع کردی ہے۔ مرد اہلکاروں پر بدتمیزی سے پیش آنے اور تین گھنٹے تک حبس بے جا میں رکھنے کا الزام لگاتے ہوئے ڈی ای او نے اعلیٰ حکام سے نوٹس لینے کا مطالبہ کردیا۔ محکمہ تعلیم کے ضلعی دفتر کے ملازمین نے راستہ روک کر ان کو یرغمال بنالیا اور مین گیٹ کو تالہ لگا کر اندر سے بند کردیا۔ ڈی ای او کی شکایت پر ڈی ایس پی ہیڈکوارٹر عابد خان آفریدی موقع پر پہنچ گئے اور دفتر کا گیٹ کھولنے کے ساتھ ساتھ ڈی ای او کی شکایت پر دفتر میں موجود تین اہلکاروں کو گرفتار کرلیا۔ اس موقع پر میڈیا کے نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے ڈی ای او فی میل نرگس جمال نے کہا کہ چند روز قبل انہیں اوایس ڈی بنانے کے احکامات جاری کیئے گئے جس پر ڈی ای او میل طاؤس خان کو غیر قانونی طریقے سے عارضی چارج حوالے کیا گیا اور کہا کہ انہوں نے آرڈر کے خلاف عدالت سے رجوع کیا اور عدالت کا فیصلہ آنے کے بعد ہی چارج چھوڑو۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں جب وہ دفتر آئیں تو سابق ڈائریکٹر رفیق خٹک کے بھائی آصف کی مدد سے ڈی ای او میل نے بوگس بلوں پر دستخط کیئے۔ دفتر کا ریکارڈ ڈپٹی کمشنر کرک کے حوالے کرنا چاہتی تھی کہ طاؤس خان، آصف خان کے کہنے پر ان کے آلہ کار ملازمین نے انہیں یرغمال بنالیا۔ انہوں نے ایک سوال کیک جواب میں کہا کہ ان کے تبادلے کے احکامات کے بعد ڈی ای او میل نے ایکٹینگ چارج کے باوجود بلز پر دستخط کیئے جن کی تحقیقات ضروری ہے۔

(روزنامہ آج)

سات سالہ بچی کے ریپ اور قتل پر احتجاج، ایک شخص ہلاک

پشاور کراچی کے علاقے اورنگی ٹاؤن میں سات سالہ لڑکی کے ساتھ جنسی زیادتی اور قتل کے خلاف مشتعل شہریوں نے احتجاجی مظاہرہ کیا، جس دوران پتھراؤ اور فائرنگ کے نتیجے میں ایک شخص ہلاک ہو گیا۔ منگھو پیر کی رہائشی سات سالہ رابعہ مگسی کی گزشتہ روز کچرے سے لاش ملی تھی، پوسٹ مارٹم رپورٹ میں تصدیق کی گئی ہے کہ لڑکی کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد گلا دبا کر ہلاک کیا گیا۔ لواحقین اور علاقے کے لوگوں نے منگل کی دوپہر کو میت سمیت احتجاجی مظاہرے کیا جس دوران پولیس پر پتھراؤ بھی کیا گیا، جس کے نتیجے میں ڈی ایس پی اور ایس ایچ او سمیت نصف درجن کے قریب اہلکار زخمی ہو گئے۔ پولیس نے مشتعل افراد کو منتشر کرنے کے لیے لاٹھی چارج اور ہوائی فائرنگ بھی کی جس میں کم از کم تین افراد زخمی ہو گئے، جس میں الیاس نامی شخص زخموں کی تاب نہ لا کر ہلاک ہو گیا۔ پولیس نے مظاہرین کو منتشر کرنے کے بعد لاش ورثا کے حوالے کر دی جس کے بعد رابعہ کی پولیس اور رینجرز کی موجودگی میں تدفین کی گئی۔ پولیس کا کہنا ہے کہ رابعہ کے والد نے تین افراد کو بطور ملزم نامزد کیا تھا، جن میں سے دو ملزمان کو گرفتار کر لیا گیا ہے جبکہ تیسرے کی گرفتاری کے لیے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ رابعہ کے دادا عبدالقادر مگسی کا کہنا ہے کہ ان کی بچی اتوار کی دوپہر کو لاپتہ ہو گئی تھی جس کے بعد وہ اس کو تلاش کرتے رہے اور پیر کو منگھو پیر سے اس کی لاش ملی۔ یاد رہے کہ بچی کے قتل کے لیے کیے جانے والے احتجاج کی قیادت تحریک انصاف کے مقامی رہنما کر رہے تھے، تحریک انصاف کا کہنا ہے کہ ان کے کارکن زخمی ہوئے ہیں۔ دوسری جانب ڈی آئی جی عامر فاروقی کا کہنا ہے کہ دو ملزم گرفتار ہیں اور ان کے اور بچی کے ڈی این اے کے نمونے لیے گئے ہیں۔ مزید جو بھی ملوث ہوگا اس کو گرفتار کیا جائیگا۔ انھوں نے کہا ہنگامہ آرائی میں جو بھی ملوث ہیں ان سے گزارش ہے کہ یہ ایک انسانی معاملہ اس میں ایک بچی کے ساتھ ریپ ہوا ہے اور پولیس بھی اس غم میں شریک ہے۔ اس صورتحال کو جو بھی اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں وہ ایسا نہ کریں بلکہ ملزمان تک رسائی میں مدد دیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

لڑکی کی لاش نہر سے برآمد

ڈیرہ اسماعیل خان 7 اپریل کو کوٹلہ لودھیان مائنز سے نامعلوم لڑکی کی لاش برآمد ہوئی جسے شناخت اور پوسٹمارٹم کیلئے ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ پولیس نے نامعلوم ملزمان کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر لیا۔ پولیس کے مطابق تھانہ پہاڑی پورہ کی حدود میں واقع علاقہ کوٹلہ لودھیان مائنز زیارت چھوٹا پیر کے قریب نہر میں لڑکی کی لاش پائی گئی۔ اطلاع پر پولیس موقع پر پہنچ گئی اور لاش کو تحویل میں لے کر اسے شناخت اور پوسٹ مارٹم کیلئے ہسپتال منتقل کر دیا۔ پولیس کے مطابق لڑکی کی عمر 18 سے 20 سال کے قریب ہے، جبکہ لاش بارہ گھنٹے پرانی ہے۔

(روزنامہ آج)

خاتون گھریلو ناچاقی کی بھینٹ چڑھ گئی

پشاور 7 اپریل کو پشاور کے نواحی علاقے پشتخرہ میں گھریلو ناچاقی کی بناء پر شوہر نے اپنے بھائیوں اور والد کے ہمراہ مل کر بیوی کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا، ملزمان واردات کے بعد فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے، پولیس نے مقدمہ درج کر کے ملزمان کی تلاش شروع کر دی۔ وحید گل ولد نواب خان سکنہ تو تھیہ نے رپورٹ درج کراتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ 3 سال قبل اس کی ہمشیرہ مسماۃ سونی کی شادی لنڈے کندے کے رہائشی حفیظ شاہ ولد گلاب شاہ کے ساتھ ہوئی تھی تاہم شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی دونوں کے مابین گھریلو ناچاقی کی بناء پر لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے جس کی بناء پر اس کی ہمشیرہ متعدد بار ناراض ہو کر میکے بھی آئی۔ گزشتہ روز مسماۃ سونی کو اس کے شوہر نے فائرنگ کر کے قتل کر دیا، پولیس کے مطابق مدعی کی رپورٹ پر ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے ان کی تلاش اور مقدمے کی تفتیش شروع کر دی ہے۔

(روزنامہ آج)

لیڈی ہیلتھ ورکرز کا تنخواہوں کی بندش کے خلاف دھرنا

خیبر ایجنسی 18 اپریل کو خیبر ایجنسی کی تحصیل جمرود میں لیڈی ہیلتھ ورکرز نے تحصیل جمرود میں پاک افغان شاہراہ پر تنخواہوں کی بندش کیخلاف دھرنا دیا۔ دھرنے کی شرکاء نے محکمہ صحت کے خلاف نعرے بازی بھی کی۔ ان کا کہنا تھا کہ خیبر ایجنسی کی کل 210 لیڈی ہیلتھ ورکرز کی گزشتہ 10 ماہ سے تنخواہیں بند ہیں، گزشتہ چار پولیو مہمات کا معاوضہ نہیں ملا ہے، جبکہ فوڈ ز تقسیم کی مد میں ملنے والے تین ہزار روپے بھی تا حال نہیں مل سکے جس کی وجہ سے ان کے گھروں میں فاقوں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں اور ان کے بچوں کو تعلیمی اداروں میں فیس ادا نہ کرنے کی بناء پر خارج کر دیا گیا ہے۔

(روزنامہ آج)

غیرت کے نام پر میاں بیوی اور بیٹی قتل

ایبٹ آباد 25 اپریل کو الائی میں غیرت کے نام پر میاں بیوی اور بیٹی سمیت تین افراد کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا، ملزمان موقع سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے، نعشیں پوسٹ مارٹم کیلئے ہسپتال پہنچائی گئیں جہاں سے پوسٹ مارٹم کے بعد نعشیں ورثاء کے حوالے کر دی گئیں، پولیس نے مقدمہ درج کر کے مزید تفتیش شروع کر دی۔

(روزنامہ آج)

مسلح افراد کا گھر میں گھس کر خواتین پر تشدد

پشاور 25 اپریل کو پشاور کے مضافاتی علاقہ سربند الحرم ٹاؤن میں نوجوان نے ساتھیوں کے ہمراہ گھر میں گھس کر خواتین کو تشدد کا نشانہ بنا ڈالا جبکہ خواتین کو ان کی آبرو کر کے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ مسماۃ علی شاہ زوجہ وحید نے پولیس کو رپورٹ درج کراتے ہوئے بتایا کہ وہ اپنے بھائی کے ہمراہ موٹر کار میں بازار گئی تھی، اس دوران ایک لڑکا ہماری گاڑی کے آگے آ کر کھڑا ہو گیا، گاڑی کے ہارن بجانے مگر وہ نہیں ہٹا جس پر بھائی نے گاڑی سے اتر کر اس کے ساتھ جھگڑا شروع کر دیا، لوگوں کے بیچ بچاؤ کرانے پر وہ واپس گھر آ گئے جس کے کچھ دیر بعد ملزمان شہزاد سفیان، شہباز پسران محمد امین، کفایت اللہ ولد رحمت اللہ ساکنان الحرم ٹاؤن ان کے گھر آ گئے اور گھر میں گھس کر اسے اور اس کی بہن کو تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے زخمی کر دیا۔ اس دوران ملزمان نے اس کے کپڑے بھی پھاڑ دیے اور موقع سے فرار ہو گئے۔ پولیس نے واقعہ کی رپورٹ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔

(روزنامہ آج)

غداری اور بے وفائی

وجاہت مسعود

ایک اچھا صحافی فرمان کے تابع ہوتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے اپنے عمل سے ہمیں بتایا کہ صحافی کی قوت شامہ ایسی حساس ہونی چاہئے کہ صاحب حکم کی منشا سمجھ سکے۔ کان کی تربیت ایسی ہو کہ لان میں اگتی گھاس کی آواز بھی سن سکے اور آنکھ ایسی عقاب کہ پریس ریلیز اور ٹویٹ میں الجھ کے نہ رہ جائے، اپنے دانہ ہائے رزق پر نظر رکھے۔ ممنوعہ موضوع سے گریز کرے اور جہاں اذن اظہار ملے، ایسی رواں بحر میں غزل کہے کہ نوآموز مطربہ کو گانے میں دقت نہ پیش آئے۔ کسی نے کہا تھا کہ جو سوال پوچھنے کی اجازت نہ ہو، وہی بنیادی سوال ہوتا ہے۔ تاہم اچھے صحافی کو بنیاد پرست نہیں ہونا چاہیے۔ درشن جھروکے پر توجہ دینی چاہئے، جانے کب دے دے صدا کوئی حریم ناز سے ...

1940ء میں جرمن فوج نے فرانس پہ قبضہ کرلیا۔ ایک محبّ وطن حکومت بھی کھڑی کر دی۔ قابض افواج کی طرف سے حکم جاری کیا گیا کہ تمام سرکاری اہلکار حکومت وقت سے تعاون کا حلف اٹھائیں یا سزا بھگتنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ بیشتر نے ضمیر بیچ دیا۔ جنگ کا زمانہ تھا، خوراک کی قلت تھی۔ ضمیر کیا چیز تھی، روٹی کے ٹکڑے پر عصمت دستیاب تھی۔ جنگ زور آوری کا کھیل ہے۔ استاد محترم کہتے تھے کہ جنگ اور قحط سے پناہ مانگنی چاہئے۔ کیونکہ اس دوران اقدار سلامت نہیں رہتیں۔ اعتماد کا بحران پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر نیم تاریک گوشے میں خطرہ نظر آتا ہے اور آنکھیں مسلسل سراب دیکھتی ہیں۔ 1944 میں پیرس آزاد ہوا تو جرمن قابض فوجوں کے ساتھ تعاون کرنے والوں کے لئے ایک اصطلاح تراشی گئی Collaborator۔ اس کا ترجمہ شریک جرم نہیں ہو سکتا، اسے غدار بھی نہیں کہہ سکتے۔ سر سے اجتماعی بندوبست کا سائبان اٹھ گیا تو کچھ جان بچانے کو بھاگے اور کچھ طالع آزما ہو گئے۔ عزیز حامد مدنی نے کہا تھا، طلسم خواب زلیخا و دام بردہ فروش/ ہزار طرح کے قصے سفر میں ہوتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ جہاں جنگ ہوتی ہے، کسی نہ کسی کی تجوری میں دولت جمع ہوتی ہے۔ جہاں قحط ہوتا ہے، کہیں نہ کہیں کوئی گودام اناج سے لبالب بھرا ہوتا ہے۔ جہاں زورا?وری کی حکومت ہو، قانون کی بالادستی اور دیانت کا سکہ بے قیمت ہو جاتا ہے۔ 2004ء میں جان ڈیوگن نے اس موضوع پر ایک خوبصورت فلم بنائی تھی، Clouds the in Head۔ کبھی دیکھئے گا اور اگر تفہیم میں دقت پیش آئے تو ادارہ جنگ جیو کے مایہ ناز صحافی عبدالرؤف سے رابطہ کیجیے گا۔ عبدالرؤف تاریخ، صحافت، ادب اور فلم پر یکساں عبور رکھتے ہیں۔ صحافت پر کاٹھی ڈالنے والوں کو وقت گزرنے کے بعد برا کہنا بہت آسان ہے، کبھی یہ بھی سوچا جائے کہ اہل صحافت نے صحافت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ رکیے، ہماری اردو روایت میں نوحہ ایک خاص مفہوم کے ساتھ داخل ہوا۔ بائبل مقدس میں نوحہ یرمیاہ نبی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اقبال نے اپنے رنگ میں یہی شکوہ کیا تھا... قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں/ گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ وفرات۔

اپریل **1949**ء میں روزنامہ سول اینڈ ملٹری گزٹ نے دلی میں اپنے نامہ نگار کے حوالے سے ایک خبر دی، اس پر چھ مئی **1949**ء کو سولہ اخبارات نے مشترکہ اداریہ شائع کیا، عنوان تھا، غداری۔ کلیدی جملہ تھا، 'مذکورہ اخبار نے، ہماری سوچی سمجھی رائے میں، ریاست سے غداری کا ارتکاب کیا ہے**...** سول اینڈ ملٹری گزٹ کے خلاف تعزیری کارروائی کرنی چاہیے'۔ ضمیر نیازی روایت کرتے تھے کہ اس معاملے پر گفت وشنید کے لئے حمید نظامی، الطاف حسین اور فیض احمد فیض شریک مجلس تھے۔ الطاف حسین گرج رہے تھے، حمید نظامی کا لہجہ مدہم تھا اور فیض مضطرب تھے۔ صرف چراغ حسن حسرت نے یہ اداریہ شائع کرنے میں کچھ مزاحمت کی لیکن ایک روز بعد یہ اداریہ امروز میں بھی شائع ہوگیا۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ بند کر دیا گیا۔ آج یہ فیصلہ کرنا آسان ہے کہ خبر درست تھی یا غلط، لیکن مئی **1949**ء میں غداری کا غلغلہ تھا۔ مارچ **1951** میں پنڈی سازش کیس سامنے آیا تو اخبارات نے غداروں کے لئے پھانسی کا مطالبہ کیا۔ مارچ **1954** میں فضل الحق نے مشرقی پاکستان میں **309** ارکان کی اسمبلی میں **300** نشستیں جیت کر حکومت بنائی۔ صرف دو ماہ بعد نیویارک ٹائمز میں شائع ہونے والا ایک انٹرویو فضل الحق کی حکومت کو لے ڈوبا۔ الزام وہی کہ فضل الحق نے غداری کی ہے۔

سات اکتوبر 1958ء کو اسکندر مرزا نے 1956ء کا آئین توڑ ڈالا۔ مارشل لا نافذ کرنے کے حکم نامے کی آخری سطر بامعنی تھی، ''جہاں تک غداروں کا تعلق ہے، میں ان سے یہی کہوں گا کہ اگر ممکن ہو تو وہ ملک چھوڑ کر چلے جائیں'' ٹھیک بیس روز بعد ایوب خان نے پستول کی نوک پر اسکندر مرزا کو جلاوطن کر دیا۔ سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں سیٹھ قاسم کے نولکھا ہار کی کہانیاں بھی دفن ہوگئیں کیونکہ اسکندر مرزا تو جلاوطنی میں ایک ہوٹل کی ملازمت پہ مجبور تھے۔

اپریل 1959ء میں مارشل لا حکومت نے پروگریسو پیپرز لمیٹڈ پہ قبضہ کرلیا۔ جواز یہ کہ پاکستان ٹائمز، امروز اور لیل ونہار سے دفاع، امور خارجہ اور قومی سلامتی کو خطرات لاحق تھے۔ قدرت اللہ شہاب نے بقلم خود لکھا کہ یہ اخبارات 'اپنے ہی گھر میں اجنبی' بن کے رہ گئے تھے۔ محترمہ فاطمہ جناح نے صدارتی انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا تو زیڈ اے سلہری نے "ایوب اور سیاستدان" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی۔ یہ صحافت کے نصاب میں شامل ہونی چاہیے تاکہ طالب علم سیکھ سکیں کہ عالی جاہ کی خوشامد کیسے کی جاتی ہے۔ قائداعظم کے مزار کی آڑ لے کر قوم پہ پتھر کیسے برسائے جاتے ہیں۔ فروری 1968ء کے اخبارات پڑھیے، کیا ہم نے اطلاع دی کہ آرمی چیف یحییٰ خان نے ایوان صدر پہ قبضہ کر کے صدر کو یرغمال بنالیا ہے؟ ان دنوں اخبارات اگرتلہ سازش کیس سے بھرے تھے کیونکہ مجیب الرحمٰن پر غداری کا الزام تھا۔ مارچ 1969ء میں یحییٰ خان ایوان صدر میں رونق افروز ہوگئے تو ایک صحافی نے لکھا، 'جنرل ایوب خان نے عوام سے چھینے ہوئے حقوق پر اپنی شخصیت کا پرشکوہ محل تعمیر کرنا چاہا لیکن جنرل یحییٰ خاں انتہائی حالات میں، عوام کے بنیادی حقوق عوام کو لوٹانے کے لئے مضطرب نظر آتے ہیں... وہ تو صرف پاکستان کی سلامتی کا امیج سنوارنا اور نکھارنا چاہتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کا گہرا شعور رکھتے ہیں کہ حالات نے مارشل لا کو ناگزیر بنا دیا تھا'۔ مغربی پاکستان کے تمام اخبارات کی سنہ 1971 کی فائل دیکھ لیجیے۔ کیا اہل صحافت نے اہل وطن کو مطلع کیا کہ وطن میں خانہ جنگی ہو رہی ہے؟ ہم نے تو ایک سطر میں خبر دی، 'بدقسمتی سے اس اہتمام میں ہتھیار ڈالنا بھی شامل ہے'... ایک برس نہیں گزرا تھا کہ ستمبر 1972 میں لندن پلان اور غداری کے الزامات پھر جاگے۔ غداری کا الزام 1974 میں ولی خان اور ان کے 55 ساتھیوں پہ بھی لگایا گیا۔ ولی خان کے خلاف غداری کا مقدمہ درست تھا یا غلط، جنوری 1978ء میں ضیا الحق نے حیدرآباد ٹریبونل ختم کر دیا۔ جنرل ضیا الحق نے ریاست سے غداری کے ساتھ مذہب دشمنی کا تکملہ بھی بڑھا دیا۔ 1992ء میں ہم نے جناح پور سازش کیس کے نقشے برآمد کیے۔ اس دوران بے نظیر بھٹو اور نواز شریف وقفے وقفے سے سیکورٹی رسک قرار پاتے رہے۔ میموگیٹ اسکینڈل زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ ڈان لیکس میں ہم نے وزیر اطلاعات کو خبر رکوانے میں ناکامی پہ برطرف کیا تھا۔ ہم محض وضع داری میں صحافت کے چند روشن نام گنواتے رہتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہماری سیاست غداری کی فرد جرم سے عبارت ہے اور ہماری صحافت بے وفائی کا نوحہ ہے۔ ہے اب بھی وقت زاہد، ترمیم زہد کر لے!

(بشکریہ: جنگ)

منزہ ہاشمی اور ہندوستان

مسعود اشعر

اگر عام حالات ہوتے تو ہم سوال کر سکتے تھے کہ یہ ہندوستان کو کیا ہوگیا ہے؟ لیکن آج عام حالات نہیں ہیں۔آج ہندوستان اور پاکستان ایک دوسرے سے اتنے دور جاچکے ہیں کہ ان حالات کو کوئی نیا نام ہی دینا پڑے گا۔اب یہی دیکھیے کہ فیض صاحب کی صاحب زادی منیزہ ہاشمی کو دہلی میں پندرھویں ایشیا میڈیا سمٹ میں شرکت سے روک دیا گیا۔اور یہ حرکت ہندوستانی حکومت کے ایما پر کی گئی۔حتیٰ کہ انہیں دہلی کے کسی ہوٹل میں ٹھہرنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔کیوں؟ اس کی کوئی وجہ بھی نہیں بتائی گئی۔منیزہ اس ادارے کی دعوت پر دہلی گئی تھیں جو اس سمٹ کا اہتمام کرتا ہے۔اس ادارے کا تعلق ہندوستان کی حکومت سے ہی ہے۔اب کون نہیں جانتا کہ فیض صاحب اور ان کے خاندان نے دونوں ملکوں میں امن وامان کی فضا پیدا کرنے اور دونوں ملکوں کے عوام کو قریب لانے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا ہے۔سلیمہ اور منیزہ کے لئے ہندوستان کا دورہ کوئی نئی اور اچھوتی بات نہیں ہے۔وہ اکثر وہاں جاتی رہتی ہیں۔وہاں فیض صاحب کے حوالے سے اجتماع بھی ہوتے رہتے ہیں۔اور میڈیا کے ساتھ منیزہ کا تعلق بھی بہت پرانا ہے۔وہ پاکستان ٹیلی وژن میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہ چکی ہیں۔اس کے باوجود اگر منیزہ سے بھی ہندوستان کو خطرہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب دونوں ملکوں کے درمیان امن وامان اور دوستی اور بھائی چارے کا زمانہ کہیں دور جا چکا ہے۔منیزہ تو اس واقعے یا حادثے پر زیادہ بات کرنے سے گریز کر رہی ہیں۔اور اس افسوس ناک واقعے کے باوجود بھی وہ چاہتی ہیں کہ اس کی وجہ سے پاکستان اور ہندوستان میں مزید کشیدگی پیدا نہ ہو۔لیکن اس خطے میں امن وآشتی کی فضا برقرار رکھنے والے حلقوں کو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہی پڑے گا۔اس سے پہلے کشور ناہید کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو چکا ہے۔وہ اردو زبان وادب کے فروغ کے لئے کام کرنے والی تنظیم ریختہ کی دعوت پر دہلی گئی تھیں۔انہیں مشاعرے میں شرکت کے لیے بلایا گیا تھا۔لیکن مشاعرہ ہوا تو انہیں نظر انداز کر دیا گیا۔انہیں شعر پڑھنے کی دعوت ہی نہیں دی گئی۔آخر وہ غصے میں پاکستان واپس آ گئیں۔منیزہ بھی مایوس ہو کر وہاں سے واپس آ گئی ہیں۔

چلیے،اب ہم اس سوال کی طرف بھی آجاتے ہیں کہ یہ ہندوستان کو کیا ہوگیا ہے؟ دراصل ہندوستان کو ہی کچھ نہیں ہوا ،اس کے عوام کو بھی بہت کچھ ہوگیا ہے۔وہاں کے عوام کے دلوں میں پاکستان اور اس کے باشندوں کے خلاف اتنی نفرت بھر چکی ہے کہ وہ انہیں اپنے سامنے دیکھنا بھی نہیں چاہتے۔ریختہ کے منتظمین کو خطرہ یہ تھا کہ اگر پاکستان کے کسی شاعر کو مشاعرے میں پڑھوایا گیا تو وہاں موجود لوگ ہنگامہ کر دیں گے۔اور ان کا پورا جشن برباد ہو جائے گا۔ریختہ کے منتظمین کا یہی موقف بیان کیا گیا تھا۔اب نہیں کہا جا سکتا کہ منیزہ کی میڈیا سمٹ میں شرکت سے بھی کچھ ایسا ہی خطرہ محسوس کیا گیا تھا یا نہیں۔کیونکہ اگر دیکھا جائے تو یہاں معاملہ خاصا مختلف دکھائی دیتا ہے۔اس سمٹ میں شرکت کرنے والے تمام مندوب پڑھے لکھے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ان کا تعلق دنیا کے مختلف ملکوں سے تھا۔ان سے یہ توقع کی ہی نہیں جا سکتی تھی کہ وہ پاکستانی نمائندے کی موجودگی پر ناخوش ہوں گے۔اور وہاں کسی قسم کا ہنگامہ ہو جائے گا۔اس لئے اس کی

اب نہیں کہا جاسکتا کہ منیزہ کی میڈیا سمٹ میں شرکت سے بھی کچھ ایسا ہی خطرہ محسوس کیا گیا تھا یا نہیں۔کیونکہ اگر دیکھا جائے تو یہاں معاملہ خاصا مختلف دکھائی دیتا ہے۔اس سمٹ میں شرکت کرنے والے تمام مندوب پڑھے لکھے طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ان کا تعلق دنیا کے مختلف ملکوں سے تھا۔

ساری ذمہ داری ہندوستانی حکومت کے سر پر ہی ڈالی جا سکتی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ وہاں کی حکومت ہی نہیں چاہتی تھی کہ پاکستان کی کوئی نمائندہ شخصیت اس کانفرنس میں شرکت کرے۔منیزہ کے صاحب زادے ڈاکٹر علی مدیح ہاشمی نے ہندوستان کی وزیر خارجہ سشما سوراج کے نام ایک ٹویٹ بھیجا تو اس کے جواب میں کہہ دیا گیا کہ انہیں تو اس معاملے کی کوئی خبر نہیں ہی ہے۔گویا یہ عذر گناہ ہے جو گناہ سے بھی بدتر ہوتا ہے۔لیکن جیسے ہم نے عرض کیا اس معاملے پر ہمیں بھی ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہوگا۔آخر کیا وجہ ہے کہ ہندوستان کے عوام پاکستان سے اتنی نفرت کرنے لگے ہیں کہ ایک دوسرے کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتے۔؟ اور دونوں ملکوں کی حکومتیں ایک دوسرے سے اتنے فاصلے پر چلی گئی ہیں کہ آپس میں بات کرنے کو بھی تیار نہیں ہیں؟۔ان حالات میں اگر میاں نواز شریف بمبئی حملے کے بارے میں کوئی بات کرتے ہیں تو اس پر ہم ناراض کیوں ہوتے ہیں؟ انہوں نے وہی بات تو کی ہے جو ہمارے ملک کے سنجیدہ حلقے شروع سے ہی کہتے چلے آ رہے ہیں۔

اس حوالے سے ہمارے دوست محمود الحسن نے ایف آئی اے کے سابق ڈائریکٹر طارق کھوسہ کا وہ مضمون نقل کیا ہے جو 2015 میں ایک انگریزی اخبار میں چھپا تھا۔اس مضمون میں اس سے بھی زیادہ انکشافات کئے گئے ہیں جو میاں نواز شریف نے اپنے بیان میں کئے ہیں۔اگر اس وقت طارق کھوسہ کے مضمون پر ناک بھوں نہیں چڑھائی گئی تو اب کیوں ایسا کیا جا رہا ہے؟ ٹھیک ہے میاں صاحب کو اس وقت ایسا بیان نہیں دینا چاہیے تھا۔کیونکہ اس وقت پاکستان اور ہندوستان کے درمیان تلخی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔اور ہمارے مقتدر حلقے ایسی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔لیکن اس بیان میں غلط بات یا کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔پھر ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس مسئلے پر ساری دنیا کیا کہہ رہی ہے۔دنیا ہمارے ساتھ نہیں ہے۔اگر چین کو چھوڑ دیں تو دنیا میں کوئی بھی ہمارے موقف کے ساتھ نہیں ہے۔دنیا کو قائل کرنے کے لئے بھی ہمیں بہر حال سچ بولنا ہی پڑے گا۔اور یہ سچ ہی پاکستان اور ہندوستان کے درمیان بڑھتی ہوئی نفرت کم کر سکتا ہے۔طارق کھوسہ کا مضمون اگرچہ تین سال پرانا ہے مگر ان کا تجزیہ آج بھی اتنا ہی سچا ہے جتنا اس وقت تھا۔ہمیں یقین ہے کہ ہمارے تجزیہ کاروں نے یہ مضمون ضرور پڑھا ہوگا۔اگر پڑھا ہے تو ہمیں سچائی کا سامنا کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ اگر سچائی کا سامنا کرنے سے تلخی کم کرنے میں مدد ملتی ہے تو ہمیں بہادری کے ساتھ ایسا کرنا چاہیے۔اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہماری منیزہ ہاشمی اور کشور ناہید کے ساتھ وہی ہوتا رہے گا جو دہلی میں ہوا ہے۔اور ہم یہی رونا روتے رہیں گے کہ ہندوستان کو کیا ہوگیا ہے۔مان لیا کہ اس معاملے میں ہندوستانی مہمانوں کے ساتھ ہمارا رویہ وہ نہیں ہوتا جو ہندوستان میں پاکستانی مہمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔لیکن ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ بمبئی اور پٹھانکوٹ جیسے واقعات کہاں ہوئے ہیں؟۔ہمیں الزام تراشیوں سے بالا ہو کر اس سوال پر بھی تو غور کرنا ہوگا کہ کیا ہم اس خطے میں اسی طرح کشیدگی برقرار رکھنا چاہتے ہیں؟ اس کے ساتھ ہی یہ سوال بھی ہوگا کہ اس کشیدگی سے آخر نقصان کسے ہو رہا ہے؟ نقصان تو ہمیں ہو رہا ہے۔ہندوستان تو ہر طرف سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔بہرحال منیزہ ہاشمی کے واقعے سے ہمیں یہ باتیں یاد آ گئی ہیں۔ہماری کوشش ہوتی ہے کہ سیاسی معاملات میں ہم ٹانگ نہ اڑائیں۔لیکن بعض حالات ایسے ہوتے ہیں جب ہمیں اپنے دکھ درد کی کہانی سنانا ہی پڑتی ہے۔منیزہ ہاشمی کے واقعے نے ہمارے زخم ہرے کر دیئے ہیں۔

(بشکریہ: جنگ)

میڈیا پر پابندی کا کوئی فائدہ نہیں

عارف تبسم

'پاکستان تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے'۔ پچھلے 70 سال میں ہم متعدد بار یہ جملہ پڑھ اور سن چکے ہیں، کبھی سیاستدانوں کی تقریروں میں اور بارہا عسکری بیانیوں میں لیکن یہ جملہ جتنا آج کے حالات پر صادق آتا ہے اس سے پہلے اس جملے نے حالات کی شاید اتنی صحیح ترجمانی نہیں کی ہوگی۔ پاکستان 21 ویں صدی کی دوسری دہائی مکمل کرنے کے قریب ہے لیکن تزویراتی اعتبار سے ابھی بھی بیسویں صدی کی 80ء کی دہائی سے نہیں نکلا جس میں اخبار کے صفحے اور ریڈیو کی لہروں کے ذریعے وہی کچھ لوگوں کی آنکھوں اور کانوں تک پہنچایا جاتا تھا جو کچھ مقتدر حلقے چاہتے تھے۔ آبادی کا کثیر حصہ اسے سچ سمجھ کر ریاست کی تابعداری فرض سمجھ کر کیا کرتا تھا۔ لیکن اس وقت بھی سیاست، سماج اور ادب کی سطح پر ایسی آوازیں موجود تھیں جو ملک میں موجود ناانصافیوں کو چیلنج کرنے کے لیے اٹھتی تھیں، اگرچہ ان کی آواز کو زنجیروں میں جکڑا گیا لیکن پھر بھی وہ کسی نا کسی طرح عوام تک پہنچ جاتی تھیں۔ اس دور کی توانا آوازوں میں بے نظیر بھٹو، خان عبدالولی خان، عاصمہ جہانگیر، حبیب جالب اور چند دیگر افراد کی آوازیں شامل تھیں جنہوں نے پاکستان میں جمہوریت، سماجی برابری اور انصاف کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کیے رکھا۔ میں تو یہ کہنے کی جسارت بھی کروں گا کہ پاکستان میں آج جو تھوڑی بہت جمہوریت اور حق کے لیے آواز اٹھانے کی جرات موجود ہے، وہ اسی دور کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اپنی تمام تر طاقت اور حکمت عملیوں کے باوجود پاکستان کے مقتدر حلقے اس سیاسی اور سماجی شعور کی چنگاری کو پوری طرح بجھانے میں ناکام رہے ہیں۔ آج کا دور بہت مختلف ہے۔ پچھلے دس پندرہ سالوں میں ذرائع ابلاغ کے شعبے میں تیز ترین ترقی ہوئی ہے۔ اخبار، ریڈیو اور ٹیلیویژن خبر، علم اور شعور پھیلانے کے واحد ذریعے نہیں رہے۔ دنیا میں تو ٹیلیویژن کے مستقبل پر کافی تشویش پائی جاتی ہے۔ نیوز چینلز کے مالکان تیزی سے بدلتی ٹیکنالوجی کے ساتھ قدم اٹھانے کی صلاحیت اور استعداد نہ رکھنے پر پریشان ہیں۔ خبر کے مستقبل پر بڑے بڑے میڈیا اداروں نے سیمینار اور کانفرنسیں منعقد کی ہیں کہ اس تیزی سے پھیلتی ٹیکنالوجی کے دور میں خبر اور خبر کے میڈیم کو کیسے برقرار رکھا جائے؟ بڑے بڑے اداروں نے نئی ٹیکنالوجی تک رسائی حاصل کرنے میں اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کی ہے تاکہ خبر کے منافع بخش کاروبار سے جڑے رہیں۔ لیکن پاکستان کے مقتدر حلقے اس ساری ترقی پر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے 80ء کی دہائی کے ہتھکنڈون پر عمل پیرا ہیں۔ وہ یہ بات سمجھنے کو تیار نہیں ٹیکنالوجی کی بدولت خبر کے تیز ترین ذرائع عوام کی دسترس میں ہیں جنہیں کسی ٹیلی فون کال سے روکنا یا بند کرنا ممکن نہیں رہا۔ وہ بھول رہے ہیں کہ آج ہر کسی کے ہاتھ میں موجود چند انچ کا آلہ اخبار، ریڈیو اور ٹیلی وژن سے زیادہ طاقتور ہے اور لوگ اسے صرف ایک دوسرے سے بات کرنے کے لیے استعمال نہیں کرتے بلکہ خبر، معلومات اور شعور کے منبع کے طور پر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دوسری جانب مقتدر حلقے اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ چند صحافیوں کو ہیلی کاپٹر میں فاٹا کی سیر کرا کے، ان سے کالم لکھوا کر یا ٹی وی شو کرا کے دنیا کو باور کرا دیں گے کہ مسلسل 15 برسوں کے فوجی آپریشن کے بعد فاٹا اب ترقی کر کے یورپ کے برابر آ گیا ہے۔ صحافیوں کو دھمکا کر، بلاگرز کو اٹھا کر اور انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھانے والوں کو چپ کرا کے بین الاقوامی برادری کو یہ یقین دلانے کی کوشش کہ بلوچستان اور فاٹا سے گمشدہ افراد کی کہانی کسی دیومالائی دور کا قصہ ہے، یہ ہتھکنڈے بھی سب نے جان لیے ہیں۔ فاٹا تک حقیقی صحافیوں کو رسائی دینے سے روکنے پر یہ فرض کر لینا اب خام خیالی کے سوا کچھ نہیں کہ لوگ طالبان اور ان کے سرپرستوں کے بارے مین کبھی کچھ نہیں جان پائیں گے۔ ٹی وی چینلز پر پشتون تحفظ مومنٹ کے جلسوں کا بلیک آوٹ کرا کے وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ان کے پیچھے را اور این ڈی ایس کا ہاتھ ہے۔ وہ اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اخباروں میں مضامین کی اشاعت پر غیر اعلانیہ پابندی لگا کر وہ تنقیدی شعور کو پنپنے سے روک پائیں گے، یا پھر یونیورسٹیوں میں منظور پشتین جیسے باشعور نوجوانوں کے داخلہ پر قدغن لگا کر وہ نوجوانوں کی احساس محرومی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی سیاسی بیداری کو کچلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ 80ء کی دہائی میں رہنے

والے شاید یہ بھول رہے ہیں کہ اب فیس بک پر کسی جلسے کی لائیو کوریج کو ہزاروں افراد براہ راست دیکھتے ہیں اور اپنے آپ کو اس عمل میں شریک پاتے ہیں۔ وہ اب شاید یہ ادراک صحیح طرح سے کرنے کے قابل نہیں ہوئے کہ فیس بک کی ایک پوسٹ کسی نیوز چینل یا اخبار کی خبر سے زیادہ تیزی سے لامحدود قارئین و سامعین تک پہنچتی ہے۔ انہوں نے شاید ابھی تک یہ ملاحظہ نہیں کیا ہوگا کہ ٹویٹر کی ٹویٹ آج کل بریکنگ نیوز بن کر کسی نیوز چینل کی ہیڈ لائن بن جاتی ہے۔ اب کسی آرٹیکل کی اشاعت کسی اخبار کی محتاج نہیں کہ وہ اسے چھاپنے سے روک دیں گے تو بات آگے نہیں جائے گی بلکہ وہ آرٹیکل کسی بلاگ، آن لائن میگزین کا حصہ بن کر یا ٹویٹر، فیس بک اور واٹس ایپ کے ذریعے لاکھوں قارئین تک پہنچ جاتا ہے۔ حالات بدل چکے ہیں اور ان بدلتے حالات میں یہ فرض کر لینا اب ممکن نہیں رہا کہ لوگ صرف وہی بیانیہ سنیں گے اور آگے بڑھائیں گے جو مقتدر حلقوں کی طرف سے ٹی وی شوز، اخباری کالموں، اشتہاروں اور حتی کہ فلموں اور ڈراموں کے ذریعے عوام تک پہنچایا جا رہا ہے۔ اب عوام ملک میں ہونے والی ہر تبدیلی کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ وہ جان گئے ہیں کہ انتخابات میں کب، کس کو، کیسے اور کیوں جتوایا جاتا ہے؟ انہوں نے بلوچستان میں اور پھر سینیٹ میں حالیہ ہونے والے تماشے کو بہت تنقیدی نظر سے دیکھا ہے۔ عوام عدالت میں سیاستدانوں کے خلاف ہونے والے کیسیز پر بھی نگاہ رکھے ہوئے ہے کہ اس کے محرکات کیا کیا ہو سکتے ہیں؟ ٹیکنالوجی نے جس تیزی سے عوام میں اپنی جڑیں مضبوط کی ہیں، اب وہ سوال اٹھانے لگے ہیں کہ واہگہ بارڈر پر آئے

دوسری جانب مقتدر حلقے اب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ چند صحافیوں کو ہیلی کاپٹر میں فاٹا کی سیر کرا کے، ان سے کالم لکھوا کر یا ٹی وی شو کرا کے دنیا کو باور کرا دیں گے کہ مسلسل 15 برسوں کے فوجی آپریشن کے بعد فاٹا اب ترقی کر کے یورپ کے برابر آ گیا ہے۔ صحافیوں کو دھمکا کر، بلاگرز کو اٹھا کر اور انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھانے والوں کو چپ کرا کے بین الاقوامی برادری کو یہ یقین دلانے کی کوشش کہ بلوچستان اور فاٹا سے گمشدہ افراد کی کہانی کسی دیومالائی دور کا قصہ ہے، یہ ہتھکنڈے بھی سب نے جان لیے ہیں۔ فاٹا تک حقیقی صحافیوں کو رسائی دینے سے روکنے پر یہ فرض کر لینا اب خام خیالی کے سوا کچھ نہیں کہ لوگ طالبان اور ان کے سرپرستوں کے بارے میں کبھی کچھ نہیں جان پائیں گے۔ ٹی وی چینلز پر پشتون تحفظ مومنٹ کے جلسوں کا بلیک آوٹ کرا کے وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ان کے پیچھے را اور این ڈی ایس کا ہاتھ ہے۔ وہ اب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اخباروں میں مضامین کی اشاعت پر غیر اعلانیہ پابندی لگا کر وہ تنقیدی شعور کو پنپنے سے روک پائیں گے، یا پھر یونیورسٹیوں میں منظور پشتین جیسے باشعور نوجوانوں کے داخلہ پر قدغن لگا کر وہ نوجوانوں کی احساس محرومی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی سیاسی بیداری کو کچلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

روز کی شیلنگ کے خلاف تو وہاں کے عوام کو کبھی اسلحہ نہیں تھمایا گیا لیکن ڈیورنڈ لائن پر ہونے والی جھڑپ کے بعد کس طرح اور کیوں کرم ایجنسی کے باشندوں کو اسلحہ تھما کر جنگ میں خود کو جھونکنے پر اکسایا گیا۔ اب لوگ کونوں کھدروں میں چہ میگوئیاں نہیں کرتے بلکہ کھلم کھلا سوال کرتے ہیں کہ فاٹا، خیبر پختونخوا میں کونسی قیامت برپا ہوئی ہے کہ راتوں رات پاکستان تحفظ مومنٹ یا پاکستان زندہ باد تحریک بن گئی اور ان کے جلوسوں میں لوگ اور پیسہ کہاں سے آ رہا ہے؟ میڈیا اور اظہار پر پابندیاں لگانے والی سرکار کو چاہیے کہ وہ حالات کی نزاکت کا ادراک کریں اور اپنی چار دہائیاں پرانی پالیسیوں پر نظر ثانی کریں۔ لوگوں کے تحفظات سنیں اور ان کی شکایتوں کو دور کریں۔ ملک کے اندر ہر اٹھنے والی تحریک کو کسی غیر ملکی ایجنڈے اور سپورٹ سے جوڑ کر اپنے آپ کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ پاکستان ایک فیڈریشن ہے اور اس میں موجود ہر اکائی دوسری کی طرح اہم ہے۔ آپ ایک اکائی کے شہریوں کو دوسروں سے کمتر سمجھیں گے تو لوگ خاموش نہیں رہیں گے۔ برابری کے حقوق سب کے ہیں اور لوگ صرف اسی ریاست سے حب الوطنی کا اظہار کریں گے جس میں برابری اور سماجی انصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہوں گے۔ کسی کو دبانے، دھمکانے یا میڈیا پر غیر اعلانیہ پابندیوں کے ذریعے کسی شہری میں 'حب الوطنی' کے جذبات پیدا نہیں کیے جا سکتے۔ (بشکریہ: سجاگ)

ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات

عدنان عالم

یکم مئی انسانی تاریخ میں محنت وعظمت اور جدوجہد سے بھرپور استعارے کا دن ہے۔ 1884ء میں شکاگو میں سرمایہ دار طبقہ کے خلاف اٹھنے والی آواز، اپنا پسینہ بہانے والی طاقت کو خون میں نہلا دیا گیا، مگر ان جاں نثاروں کی قربانیوں نے محنت کشوں کی توانائیوں کو بھرپور کر دیا۔ مزدوروں کا عالمی دن کارخانوں، کھیتوں کھلیانوں، کانوں اور دیگر کارگاہوں میں سرمائے کی بھٹی میں جلنے والے کروڑوں محنت کشوں کا دن ہے اور یہ محنت کش انسانی ترقی اور تمدن کی تاریخی بنیاد ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ آج بھی پوری دنیا میں بالخصوص تیسری دنیا کے ممالک میں محنت کش استحصال کا شکار ہیں۔ پاکستان کی 6 کروڑ سے زائد لیبر فورس میں سے صرف 2.8 فیصد یونین سازی کے حق سے بہرہ مند ہے۔ ان میں پبلک سیکٹر کا حصہ 65 فیصد سے زائد ہے۔ اگر پبلک سیکٹر کو نکال دیا جائے تو پرائیویٹ سیکٹر میں منظم مزدوروں کی تعداد ایک سے 1.5 فیصد تک رہ جاتی ہے۔ مقابلے کے بڑھتے ہوئے رجحان نے مزدوروں کی مراعات کو براہ راست متاثر کیا ہے، پیداواری عمل فیکٹریوں سے نکل کر گھروں تک پہنچ گیا ہے جس کا گھریلو عورتیں اور بچے حصہ بن گئے ہیں، انہیں نہایت کم اجرت پر منافع کمانے کے لئے ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ محنت کش خواتین ہمارے سماج کا وہ حصہ ہیں جس پر اہل قلم نے بھی خوب طبع آزمائی کی تو انسانی اور خواتین کی علمبردار تنظیمیں بھی آواز بلند کرتی رہیں لیکن آج بھی یہ خواتین اپنی ان تھک محنت اور مشقت کے باوجود عزت کی متلاشی اور معاشی بدحالی کا شکار ہیں۔

پاکستان دنیا کے ان ممالک میں سے ہے جنہوں نے بین الاقوامی ادارہ محنت آئی ایل او کے 28 ویں کنونشن پر دستخط اور ان کی توثیق کی ہے لیکن اس پر عملدر آمد بالکل نظر نہیں آیا۔ ای او بی آئی (ایمپلائز اولڈ ایج بینیفٹ انسٹیٹیوشن) میں مزدوروں کے پاس سوشل سیکورٹی کارڈ اور تقرر نامہ نہ ہونے کے باعث وہ کسی لیبر کورٹ تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے اور نہ اپنے حقوق کا دفاع کر سکتے ہیں۔ صورت حال تو یہ ہے کہ 90 فیصد سے زائد مزدور حکومت کی اعلان کردہ کم سے کم تنخواہ بھی تنخواہ وصول کر رہے ہیں جو غیر ہنر مند کے لئے ہے۔ 6 سے 7 ہزار روپے ماہانہ، یومیہ 12 سے 14 گھنٹے تک کام کرنے کے بعد ملتا ہے، اور اضافی کام کا کوئی معاوضہ نہیں۔ کئی کارخانوں میں جبری مشقت سے ٹھیکے داری کا نظام چلایا جا رہا ہے۔ کارخانے اور فیکٹریاں لیبر انسپکشن سے مبرا ہیں۔ ہیلتھ اور سیفٹی جیسے قوانین پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

ایک اہم نشاندہی معاشی تنگدستی ہے جس کا براہ راست اثر مزدور طبقہ پر ہوتا ہے۔ روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی بھی معاشی بدحالی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ بجلی، گیس، پانی، ٹرانسپورٹ وغیرہ کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ لاکھوں محنت کشوں کی بے روزگاری کی شکل میں نمودار ہوتا ہے جو سماجی بنیادوں کو ہلانے کا موجب بنتی ہے۔ اس میں اداروں کی نجکاری بھی کاری ضرب کا کام کرتی ہے۔ موجودہ صورتحال میں تو جس کے پاس جتنی دولت ہے وہ اتنی ہی بہتر زندگی گزار رہا ہے اور جو دولت سے محروم ہے وہ بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہے۔ یہ معاشی تفریق اپنے حقوق کے لئے آواز اٹھانے اور مزاحمت پر مجبور کرتی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں صنعتوں کے قیام کو فروغ دیا جائے جہاں سے سلسلہ روزگار پیدا ہو۔ ٹریڈ یونین قائم ہوں جو محنت کشوں میں حقوق کا شعور بیدار کریں، سرکاری اداروں اور کارخانوں کی ری اسٹرکچرنگ کی جائے، محنت کش تنظیموں کی مشاورت سے لیبر قوانین میں ترامیم یا اضافہ کیا جائے، پارلیمان اور میدان سیاست میں مزدوروں کو جائز مقام دلانے کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے۔

محنت کش کا براہ راست تعلق انسانی حقوق سے ہے۔ محنت کش سے ہونے والی رتی بھر بھی زیادتی، انسانی حقوق کی تذلیل ہے اور ریاست کی ذمہ داریوں میں سب سے اہم ذمہ داری انسانی حقوق کی پامالی کا تدارک ہے۔ دین اسلام میں محنت کش کو اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرنے کا حکم ہے۔ خود اللہ تعالی نے ہاتھ سے محنت کرنے والے کو اپنا دوست قرار دیا ہے اور اسلام کرہ ارض سے سرمائے کی بربریت اور وحشت کو ختم کرنے کا ضابطہ پیش کرتا ہے۔ ہمیں اسلام کے ان ابدی اصولوں کو اپنانا ہوگا کیونکہ یکم مئی ہر سال آتا اور گزر جاتا ہے۔ وہ سرمایہ دار طبقہ جس کا اپنا پیٹ تو بھرا ہوا ہے وہی مزدوروں کے استحصال کا باعث بنا ہوا ہے، پھر بھی محنت کش طبقے کا اپنی محنت سے عہد، اپنی لگن سے وفا، ہر سال یکم مئی کو آگے بڑھنے اور ترقی کا پیغام دیتا ہے۔

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات

(بشکریہ: روزنامہ خبریں)

جانی داس بھیل کالونی کے رہائشیوں کا احتجاج

حیدرآباد 8مارچ کو عمرکوٹ شہر کی جانی داس بھیل کالونی کے رہائشی بھیل برادری کے افراد کی طرف سے نیشنل پریس کلب شادی پلی کے سامنے موہن لال چند بھیل اور دیگر کئی رہنماؤں نے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے ہاتھوں میں پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے۔ اس موقع پر مظاہرین نے کہا کہ وہ جانی داس بھیل کالونی کے قدیم رہائشی ہیں۔ جس کے سرکاری کاغذات بھی موجود ہیں اور مذکورہ کالونی میں موجود قبرستان میں ان کے آباؤاجداد بھی دفن ہیں۔ کچھ عرصہ قبل عمرکوٹ کے کچھ افراد نے سیاسی حمایت اور طاقت کے بل بوتے پر ان کے گھروں پر حملے کرکے ان کا سامان لوٹ لیا اور زمین پر قبضہ کرکے غیر قانونی گھر بھی تعمیر کر لیے۔ مظاہرین نے الزام لگایا ہے کہ شکایت کرنے پر خطرناک نتائج بھگتنے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ مظاہرین نے اعلیٰ انتظامی عہدیداروں سے مطالبہ کیا ہے کہ مذکورہ قبضہ گروہوں کے خلاف کارروائی کرکے، غیر قانونی طور پر کیا گیا قبضہ چھڑوا کر اور ان کا لوٹا ہوا قیمتی سامان واپس دلوا کر ان کے ساتھ انصاف کیا جائے۔ (اوکھوئل)

سرکاری اراضی پر قبضے کیخلاف احتجاج

حیدرآباد تھر کے علاقے، گاؤں دیھہ رانا ہو میں ہزاروں ایکڑوں کے جعلی کھاتے بنوانے اور قبرستان کی زمین پر قبضے کرنے کے خلاف صحرائے تھر کے گوٹھوں برادریوں کے درجنوں وافراد نے یکم مارچ کو چھور شہر میں احتجاجی مظاہرہ اور دھرنا دیا۔ اس موقع پر انہوں نے کہا کہ ابڑو برادری کے بااثر وڈیرے اور ساتھیوں نے انتظامیہ سے ملی بھگت کرکے چوپایو مال کے لیے گئوچر قرار دی گئی ہزاروں ایکڑ سرکاری زمین کے جعلی کھاتے اور کاغذات بنوا کر بھیل اور میگھواڑ برادری کی قبرستان کی زمین پر بھی قبضہ کرکے آنے جانے والے راستے بھی بند کر دیے ہیں اور اب مویشیوں کے چرنے کے لیے بھی کوئی زمین نہیں بچی، جس کے باعث تمام مکین سخت پریشان ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان کی طرف سے مقامی انتظامیہ کو بار بار شکایت کرنے کا بھی کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ ان کا مطالبہ ہے کہ ہائی کورٹ معاملے کا نوٹس لے کر جعلی کھاتے منسوخ کرکے قبرستان کی اراضی سے قبضہ ختم کرے۔ (اوکھوئل)

ٹرانسپورٹرز کا ناجائز ٹیکس وصولی کیخلاف مظاہرہ

جنوبی وزیرستان یکم اپریل کو جنوبی وزیرستان ایجنسی کے صدر مقام وانا میں شاہراہ ٹانک تا وانا اور افغان سرحد انگور اڈہ بارڈر کے دونوں جانب ناجائز ٹیکس وصولی کے خلاف وانا ٹرانسپورٹ یونین نے پرامن احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے وانا ٹرانسپورٹ یونین کے صدر عجب نوروز یر اور نورگل وزیر نے کہا کہ انہیں انتہائی افسوس ہے کہ یہاں ناجائز رقم بٹورنے کی وجہ سے ٹرانسپورٹرز احتجاج پر مجبور ہوئے۔ قبائل جب ٹانک سے وزیرستان داخل ہوتے ہیں، ٹانک تا وانا اور انگور اڈہ گیٹ پر ہزاروں روپے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ جائز ٹیکس دینے سے انکار نہیں کرتے مگر مختلف مقامات پر مختلف ناموں پر سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے جو سراسر زیادتی ہے۔ ادھر ناپ تول کے نام پر لگائے گئے کانٹے جو غیر فعال ہیں ان پر بھاری فیس وصول کی جاتی ہے۔ جب قبائل افغانستان میں داخل ہوتے ہیں تو خود ساختہ یونین ناجائز ٹیکس وصول کرتی ہے جس سے ٹرانسپورٹرز اور تاجر برادری بڑی طرح متاثر ہو چکی ہے۔ انہوں نے غیر معینہ مدت تک پہیہ جام ہڑتال برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ گورنر اور چیف سیکرٹری فاٹا سے اس معاملے میں مداخلت کی اپیل کرتے ہوئے ناجائز ٹیکس وصولی کا نوٹس لینے کا مطالبہ کیا۔
(روزنامہ ایکسپریس)

گنے کے کاشتکاروں کا اسمبلی کے سامنے احتجاج دھرنا

پشاور 2 اپریل 2018 کو گنے کے کاشتکاروں نے شوگر ملز مالکان کی جانب سے فی 40 کلوگرام گنے کی قیمت سرکاری 180 کی بجائے 140 ادائیگی کے خلاف خیبر پختونخوا اسمبلی کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا۔ مظاہرے کی قیادت سابق رکن اسمبلی عبدالرحمان کافور دھیری، ناظم ٹاؤن ٹو پشاور فرید اللہ خان کافور ڈھیری، فضل اللہ داؤدزئی، ارباب جمیل اور ڈسٹرکٹ ممبر نسبت اللہ نے کی، جس میں کثیر تعداد میں زمینداراروں اور گنے کے کاشتکاروں نے شرکت کی۔ مظاہرین نے صوبائی حکومت، ڈپٹی کمشنر اور کین کمشنر محکمہ فوڈ سے مطالبہ کیا کہ گنے کے کاشتکاروں کا استحصال بند کیا جائے اور سرکاری ریٹ کے مطابق ادائیگی یقینی بنائے۔ مظاہرین نے شوگر ملز مالکان اور صوبائی حکومت کے خلاف دھرنا دیا، اور نعرہ بازی کی۔ اس موقع پر ضلع ناظم محمد عاصم خان نے مظاہرین سے مذاکرات کئے اور یقین دہانی کرائی کہ شوگر ملز مالکان سرکاری ریٹ پر گنا خریدیں گے اور زمینداروں کو فی 40 کلو 180 روپے ادائیگی کی جائے گی، اس موقع پر ضلع ناظم نے ڈپٹی کمشنر کو شوگر ملز مالکان کے خلاف ایکشن لینے کی ہدایت کی۔ بعد ازاں مظاہرین پرامن طور پر منتشر ہوگئے۔ (روزنامہ ایکسپریس)

کوئٹہ میں آج تک ہزارہ برادری پر حملوں میں 525 افراد ہلاک اور 700 زخمی ہوئے

کوئٹہ صوبائی دارالحکومت کوئٹہ میں ہزارہ برادری پر 16 سالوں کے دوران ہونے والے حملوں میں 525 افراد جاں بحق اور 700 سے زائد زخمی ہوئے۔ یاد رہے کہ کوئٹہ کے مختلف علاقوں میں ہزارہ برادری کی ٹارگٹ کلنگ اور دیگر دہشت گردی کی وارداتوں کا سامنا کر رہی ہے۔ گزشتہ چند روز کے دوران کوئٹہ میں ہزارہ برادری کے پانچ افراد کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا گیا اور ایک سکیورٹی اہلکار کو زخمی کیا۔

(نامہ نگار)

نجی نیوز چینل کے رپورٹر پر پولیس تشدد

پشاور 7 اپریل کو نجی نیوز چینل کے رپورٹر کو دوران کوریج پولیس تشدد اور حبس بے جا میں رکھنے پر سی سی پی او پشاور نے نوٹس لیتے ہوئے انکوائری کمیٹی تشکیل دے دی ہے۔ گزشتہ روز حیات آباد پولیس نے تسبیح فروخت کرنے والے کمسن بچے کو پکڑا اور اس سے رشوت کا مطالبہ کر رہے تھے کہ اسی دوران نجی نیوز چینل کے رپورٹر شاہد خان نے ان کی فوٹیج بنائی جس پر انسپکٹر سعید اور اہلکار منظور نے رپورٹر کو گرفتار کرکے ان سے موبائل چھینا اور تشدد کا نشانہ بنایا اور دو گھنٹے تک حبس بے جا میں رکھا، جس پر صحافی برادری نے محکمہ پولیس کے اعلیٰ افسران کو شکایت کی اور واقعہ کا نوٹس لینے کا مطالبہ کیا۔ کیپٹیل سٹی پولیس پشاور محمد طاہر خان نے واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے تحقیقاتی کمیٹی بنانے کی ہدایت کی اور کہا کہ واقعہ کی صاف و شفاف تحقیقات کی جائے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

تشدد زدہ نعش برآمد

---- 13 مارچ کو تحصیل سامارو کے علاقے کھانی موری کے قریب مٹھراؤ کینال میں سے ایک نامعلوم شخص کی نعش ملی۔ گوٹھ باسیوں نے نعش کو بہتا ہوا دیکھ کر سامارو پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس نے نعش اپنی تحویل میں لے کر تعلقہ ہسپتال سامارو سے پوسٹ مارٹم کروانے کے بعد شناخت کے لیے مردہ خانے میں جمع کرادیا۔ پوسٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹروں کے مطابق نوجوان کی عمر تیس سال ہے۔ نعش دس دن پرانی لگتی تھی، زخموں کے نشانات تھے۔ ورثاء کے مطابق مقتول 9 مارچ کو فون آنے پر گھر سے نکلا تھا جس کے بعد واپس نہیں لوٹا۔

(اوکھومل)

گولیوں سے چھلنی نعش برآمد

پشاور 4 پریل کو تھانہ داؤدزئی کے علاقے تخت آباد سے نامعلوم شخص کی گولیوں سے چھلنی نعش برآمد کی گئی ہے، پولیس نے جائے وقوعہ سے شواہد اکٹھے کرکے مقدمہ درج کرکے مزید تفتیش شروع کردی ہے۔ داؤدزئی پولیس کے مطابق گزشتہ روز تخت آباد کے کھیتوں سے 40 سالہ شخص کی گولیوں سے چھلنی نعش برآمد ہوئی جسے نامعلوم افراد نے فائرنگ کرکے قتل کیا تھا۔

(روزنامہ آج)

پاکستان میں ڈاکٹر روتھ فاؤ کے نام پر یادگاری سکّہ جاری

---- پاکستان کے اسٹیٹ بینک نے جذام کے مرض میں مبتلا افراد کے لیے اپنی زندگی وقف کردینے والی جرمن ڈاکٹر روتھ فاؤ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اُن کے نام پر پچاس روپے کا خصوصی سکّہ جاری کیا ہے۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کراچی میں منعقد

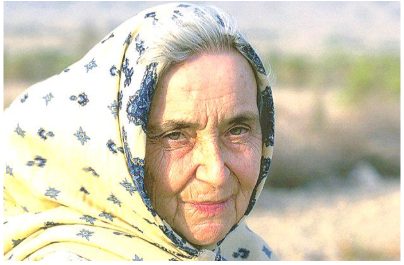

ایک تقریب میں گورنر اسٹیٹ بینک طارق باجوہ اور پاکستان میں تعینات جرمن سفیر مارٹن کوبلر نے سکّے کے اجراء کا اعلان کیا۔ اس موقع پر گورنر اسٹیٹ بینک نے کہا کہ روتھ فاؤ نے اپنی زندگی جذام کے مرض میں مبتلا افراد کے لیے وقف کردی تھی اور ان کی کوششوں کی وجہ سے روتھ فاؤ کی زندگی میں ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔ انہیں ہلال امتیاز، نشان قائداعظم اور ہلال پاکستان جیسے اعزازات سے نوازا گیا۔ طارق باجوہ کا یہ بھی کہنا تھا کہ کسی شخص کے نام پر یادگاری سکّہ جاری کرنا بہت ہی نایاب خراج عقیدت ہے۔ ماضی میں قائداعظم، علامہ محمد اقبال، فاطمہ جناح اور عبدالستار ایدھی جیسی شخصیات کے ناموں پر سکّے جاری کیے جاچکے ہیں۔ جرمن سفیر مارٹن کوبلر نے بھی ڈاکٹر فاؤ کی خدمات کا اعتراف کیا اور انہیں خراج عقیدت دینے پر اسٹیٹ بینک آف پاکستان کا شکریہ ادا کیا۔ کوبلر کا کہنا تھا کہ ڈاکٹر فاؤ حقیقی معنوں میں جرمن سفیر تھیں اور دونوں ممالک میں رابطے کا بہترین ذریعہ تھیں۔ سکّے کی ایک جانب ڈاکٹر روتھ فاؤ کا خاکہ بنایا گیا ہے۔ پاکستان کے سرکاری مالیاتی ادارے کی جانب سے جاری پریس ریلیز میں لکھا گیا ہے کہ اس یادگاری سکّے میں 75 فیصد تانبا اور 25 فیصد نکل شامل ہے۔ سکّے کا کل وزن 13.5 گرام ہے۔ سکّے کی ایک جانب ڈاکٹر روتھ فاؤ کا خاکہ بنایا گیا ہے اور ان کا نام ڈاکٹر روتھ فاؤ لکھا ہوا ہے۔ اور ان کی زندگی کا عرصہ 1929-2017 درج ہے۔

واپڈا اہلکار سمیت 3 افراد کی لڑکے کے ساتھ زیادتی

ڈیرہ اسماعیل خان 17 اپریل کو بگوانی شمالی کے قریب واپڈا اہلکار سمیت تین افراد نے لڑکے کو زیادتی کا نشانہ بناڈالا۔ پہاڑپور پولیس نے تین ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کرلیا ہے، بستی مقبول آباد پہاڑپور کے محمد عذر نے تھانہ میں رپورٹ درج کرائی کہ ریاست ولد زکم خان، شکیل ولد محمد ایوب، اور ہارون ولد مشعل سکنہ پہاڑپورا سے سکیپ مائنر بالمقابل بگوانی شمالی قبرستان لے گئے اور زیادتی کا نشانہ بنایا۔

(روزنامہ آج)

تشدد، جبری گمشدگیوں اور ماورائے عدالت قتل کے واقعات پر تشویش

لاہور پاکستان کمیشن انسانی حقوق نے 2017 کی رپورٹ میں ملک میں توہینِ مذہب کے جھوٹے الزامات عائد کرکے تشدد، جبری گمشدگیوں اور ماورائے عدالت قتل کے واقعات میں اضافے پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان کمیشن انسانی حقوق نے اپنی رپورٹ میں سابق وزیراعظم نواز شریف کے بدعنوانی کے الزامات میں سپریم کورٹ سے نااہل قرار پانے کے واقعہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ کمیشن کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کے ایک منتخب وزیراعظم کو صادق اور امین نہ ہونے پر نااہل قرار دیا گیا ہے اور اس فیصلے سے عدالت کے سیاسی ہونے کا تاثر ملا ہے جس کے فیصلے سیاسی جماعتوں کی تشکیل پر اثرانداز ہورہے ہیں۔ سالانہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ملک میں تحفظ کے لیے قوانین کی موجودگی کے باوجود مجرموں کو سزا ملنے کا تناسب بہت کم ہے۔ کمیشن کا کہنا ہے کہ 2017 میں توہینِ مذہب کے الزام میں پرتشدد واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ کمیشن نے اپنی سالانہ رپورٹ میں کہا ہے کہ ملک میں دہشت گردی کے واقعات سے ہونے والی اموات میں کمی آئی ہے لیکن اقلیتی برادری اور قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں کو ہدف بنانے کا سلسلہ جاری ہے۔ کمیشن کا کہنا ہے کہ اسلام آباد کی ہائی کورٹ نے انٹرنیٹ پر موجود توہین آمیز مواد کو ہٹانے کے ساتھ ساتھ، توہین مذہب سے متعلق مواد کو انٹرنیٹ پر شیئر کرنے والوں کے خلاف کارروائی کا حکم بھی دیا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 'ایسے ماحول میں جب توہین مذہب کے الزام میں مشتعل ہجوم مار پیٹ کر ملزم کو قتل کردے۔ گھر میں کام کرنے والی کم سن ملازمہ پر تشدد کیا جائے۔ ایک لڑکے اور لڑکی کو اُن کو اپنا خاندان کرنٹ لگا کر ماردے۔ سرگرم کارکن کو راتوں رات اغوا کرلیا جائے اور اُس کا پتہ نہ لگے۔ یہ وہ کہانیاں جو ملک میں انسانی حقوق کی منظرکشی کررہی ہیں۔' رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سال 2017 میں پاکستان میں مذہب کی تضحیک سے متعلقہ تشدد، مشتعل ہجوم کے حملوں میں اضافہ ہوا اور حکومت نے امتیازی قانونی کارروائیوں کے حق میں صفائیاں دینے کا سلسلہ جاری رکھا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سوشل میڈیا پر مبینہ تضحیک مذہب میں پہلی سزائے موت شیعہ مسلک کے ایک فرد کو سنائی گئی۔ رپورٹ میں ریاست مخالف یا مذہب مخالف ہونے کے الزامات لگانے کے لیے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے استعمال پر تشویش کا اظہار کیا گیا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ لوگوں کو خاموش کروانے کے لیے مذہب کی تضحیک کے قانون کو استعمال کیا جارہا ہے۔

(بشکریہ بی بی اردو)

ہزارہ قوم کے دکھ

ڈاکٹر لال خان

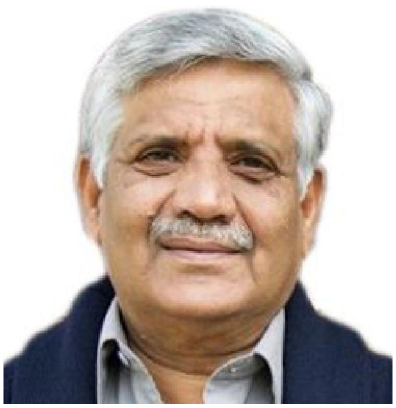

ہزارہ قومیت سے تعلق رکھنے والے دو مزید افراد کو قتل جبکہ ایک کو شدید زخمی کر دیا گیا۔ ان مظلوموں پر کتنے وار ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ بلوچستان میں مقیم ہوں یا افغانستان کے باسی ہوں، ہزارہ ہونا ایک ایسا گناہ اور جرم بنا دیا گیا ہے کہ ایک پوری کمیونٹی کا قتل عام معمول بن چکا ہے۔ حکمرانوں کے تمام تر دعووں کے برعکس فرقہ وارانہ دہشت گردی ایک شتر بے مہار، ایک بے رحم قہر کی طرح ان مظلوموں کے خلاف جاری ہے۔ بلوچستان میں یوں تو 1948ء سے ہی خونریزی کے سلسلے جاری رہے ہیں لیکن اس بہتے لہو میں اب ہزارہ قومیت کے معصوم انسانوں کا خون سب سے زیادہ بہایا جا رہا ہے۔ ایک پرامن کمیونٹی کی نسل کشی کرنے والے دندناتے پھر رہے ہیں اور مزید وارداتوں کے لئے ان کو اشتعال دلوانے والے یہاں اس طرح حاوی ہیں کہ ہر قانون، ہر سرکاری کنٹرول اور قوت سے بالاتر محسوس ہوتے ہیں۔ نسل کشی کی ایسی وارداتوں کے بعد ہر حکومت کے نئے چہرے وہی مذمتیں، وہی تعزیتی بیانات جاری کرتے ہیں اور ورثا کو ان کے پیاروں کی انمول جانوں کی قیمتیں ادا کر کے سمجھتے ہیں کہ ان کی حاکمیت کے جرائم کا کفارہ ادا ہو گیا ہے اور اس سے یہ مظلوم بہل بھی جائیں گے۔ لیکن نئے زخم لگنے سے پرانے زخموں کا درد ختم نہیں ہوتا بلکہ درد کا یہ ادغام اذیت کو مزید کربناک بنا دیتا ہے۔

کوئٹہ کے علاقوں ہزارہ ٹاؤن اور مری آباد کو ایک سکیورٹی زون بنا کر ہزارہ آبادی کو گویا ایک طرح کا نیم قیدی بنا دیا گیا ہے لیکن تحفظ دینے کی یہ پالیسی بھی ناکام نظر آتی ہے۔ اس قتل و غارت میں مارے جانے والے معصوموں کی تعداد شاید ہزاروں میں ہو گی' لیکن ہزارہ لوگ اب مقتولوں اور زخمیوں کی گنتی کرنا بھی چھوڑ گئے ہیں۔ ہزاروں ترکِ وطن کر کے آسٹریلیا سے امریکہ تک دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ بس دکھوں کے جاگتے صحرا ہیں اور ان کا یہ نہ ختم ہونے والا سفر ہے۔ لیکن حکمران میڈیا کے فنکار ہوں یا اخلاقیات اور اقدار کے ٹھیکیدار، نہ صرف اس نسل کشی کی سطحی اور بھونڈی تشریحات پیش کرتے ہیں بلکہ جلد از جلد اس بربریت کے تسلسل کو خبروں اور معاشرتی توجہ سے اوجھل کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ ایسی مسلسل درندگی تو شاید پتھر کے زمانوں میں بھی نہیں ہوئی ہو گی۔ ہدف کا بھی سب کو علم ہے اور یہ قتل و غارت گری کرنے والے بھی اتنے غیر معروف نہیں ہیں۔ لیکن جب معیشتیں دیوالیہ ہو جائیں، ریاستیں داخلی تضادات کا شکار ہوں اور مروجہ سیاست عام لوگوں سے کٹ کے رہ جائے تو سلامتی کی باتیں محض لفظی فریب بن جاتی ہیں۔

علاقائی و سامراجی طاقتیں جو یہاں اپنے مالی و سٹریٹیجک مفادات کی پراکسی جنگوں سے بلوچستان اور خصوصاً ملک کے شمال مغربی سرحدی علاقوں کو تاراج کر رہی ہیں، غریبوں کو برباد کر رہی ہیں لیکن دہائیوں سے ہمارے حکمران ان کے درباروں میں نظریں جھکائے ہاتھ پھیلائے اپنی تاریخی ناکامی اور اقتصادی تباہ حالی سے نکلنے کے لئے بھیک کی فریاد کر رہے ہیں اور ایک طرح سے اس کھلواڑ میں شریک ہیں۔ عالمی سامراجی طاقتیں ہوں یا مقامی ریاستیں، یہاں کے بنیاد پرست عناصر ہوں یا لبرل سرمایہ دار، سبھی ان بربادیوں کو فراموش کر کے اپنے مالی مفادات کے لئے نیچ سے نیچ حرکات کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ علامہ اقبال کے گیت گانے اور بڑی بڑی تصاویر لگانے والے لیکن طبقاتی موقف اور سرمایہ دارانہ استحصال بارے ان کی اعلیٰ انقلابی شاعری کو نصابوں سے حذف کرنے والے ہمارے حکمرانوں اور ان کے پالیسی سازوں اور دانشوروں کو یہ یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ وہ اقبال کے شاہین بنے نہ بن سکتے ہیں۔ شاید انہی کے لئے اقبال نے لکھا تھا کہ

افسوس صد افسوس کہ شاہیں نہ بنا تو
دیکھے نہ تری آنکھ نے فطرت کے اشارات
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

لیکن ریاست اور سیاست کے حکمرانوں کی اس تاریخی نااہلی، بدعنوانی، معاشی کمزوری اور کردار کی گراوٹ کا خمیازہ بھی یہاں کے غریب عوام کو ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ ان کے قرضوں کے بوجھ محنت کشوں کو اٹھانے پڑتے ہیں۔ اسی طرح ان کی سیاسی، سفارتی اور سٹریٹیجک پالیسیوں سے سماج میں کہیں یاس و ناامیدی بڑھتی ہے تو کہیں انتشار اور منافرتوں کے زہر پھیلتے ہیں۔ ان کے نظام کے اقتصادی بحران سے غربت اور محرومی کے ساتھ ساتھ ثقافت اور تہذیب کی تنزلی بھی جنم لیتی ہے۔ اس نظام کی پیدا کردہ قلت سے پھیلنے والی منافرتیں کبھی قومی، کبھی لسانی، کبھی مذہبی اور کبھی فرقہ وارانہ تعصّبات میں بدلتی ہیں۔ اس خلفشار اور خونریزی کا شکار بھی عام انسان ہی ہوتے ہیں۔ اس فرقہ وارانہ قتل و غارت کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ جہاں یہ کئی دہائیوں تک اپنائی جانے والی سامراجی و ریاستی پالیسیوں کا ناگزیر نتیجہ ہے وہاں اس کی سماجی جڑیں کہیں محرومی اور کہیں درمیانے طبقے کی نفسیاتی پراگندگی میں پیوست ہیں۔ جب ایک آسودہ زندگی اور بہتر مستقبل کی امید کسی معاشرے میں ختم ہونے لگتی ہے تو خصوصاً درمیانے طبقات اور پسماندہ سماجی پرتیں' دونوں مختلف نوعیت کی انتہا پسندی اور تعصّبات کی راہوں پر چل نکلتے ہیں۔ ایسے میں جب انقلابی تحریکیں نہ ابھر رہی ہوں، ان عذابوں سے نجات کا کوئی راستہ واضح نہ ہو رہا ہو تو سماج وحشت کی لپیٹ میں آنے لگتے ہیں۔ نتیجتاً پنپنے والے رجعت، قدامت پرستی اور سماجی جنون کے رجحانات کو حکمران طبقات کے مختلف دھڑے اپنے ہر طرح کے مفادات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

سرکاری و غیر سرکاری عناصر اپنی طاقت اور دولت کی برتری کے لئے ان کی سرپرستی کرتے ہیں۔ ورغلاتے بھی ہیں اور مزید نفرتیں ایک بتدریج منصوبہ بندی اور سرمایہ کاری کے ذریعے پھیلاتے بھی رہتے ہیں۔ سامراجی قوتیں بھی اپنے مذموم مقاصد کے لئے ایسے رجحانات کو ہوا دیتی ہیں۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد امریکی سامراج کی پوری تاریخ بنیاد پرستی کو پروان چڑھانے پر مبنی رہی ہے۔ لیکن جب کوئی نظام معاشرے کو استحکام اور ترقی نہ دے پا رہا ہو تو حکمران اور محنت کش طبقات کے درمیان تضادات بھی شدید ہونے لگتے ہیں جو ایک تصادم کی جانب بھی بڑھتے ہیں' کیونکہ حکمران طبقات اپنے نظام کے بحران کی ساری قیمت محنت کش طبقات سے وصول کرتے ہیں۔ ایسے میں انقلابی جذبات اور تحریکوں کو زائل کرنے کے لئے بھی حکمران طبقات قومی، لسانی اور مذہبی نفرتوں کو پروان چڑھاتے ہیں تاکہ محکوموں کو تقسیم در تقسیم رکھا جائے۔

اس ملک کی دو تہائی سے زائد معیشت کالے دھن پر مبنی ہے۔ جہاں یہ دیوہیکل کالی معیشت یہاں کی سرمایہ داری کی تاریخی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے وہاں دہشت گردی کی قوت محرکہ کا کردار بھی ادا کرتی ہے۔ لیکن حاکمیت جب تک سرمائے کی رہے گی یہ وحشت اور درندگی کسی نہ کسی شکل میں جاری رہے گی۔ ہزارہ کمیونٹی نے تمام پارٹیوں اور حاکمیتوں سے فریادیں کر کے دیکھ لیا ہے' لیکن اس نظام کا کوئی ادارہ، کوئی پارٹی اور کوئی لیڈر ان کا نجات دہندہ نہیں بن سکا۔ بلکہ بہت سوں کے تانے بانے تو قاتلوں سے ہی جا ملتے ہیں۔ مظلوموں کا ساتھ صرف مظلوم ہی دے سکتے ہیں۔ محکوم ہی محکوم کا سہارا بن سکتے ہیں۔ اس ملک کے محنت کشوں اور مختلف تعصّبات کے مارے مظلوموں نے کئی مرتبہ یکجا ہو کر اس حاکمیت اور نظام کو چیلنج بھی کیا ہے۔ ہزارہ کمیونٹی کے نوجوانوں اور محنت کشوں کو ظلم و استحصال کے خلاف اٹھنے والی ایسی ہی تحریکوں کے ساتھ جڑت اور یکجہتی بنانے اور مشترکہ جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ یہی کوششیں آگے بڑھ کر کامیاب ہوں گی تو اِس نظام کے خاتمے کے ساتھ ایک پرامن اور آسودہ معاشرہ قائم ہو گا۔

(بشکریہ: روزنامہ دنیا)

ہزارہ برادری پر ڈھائے گئے مظالم

ڈاکٹر رشید احمد خان

کوئٹہ میں ہزارہ برادری کے درجنوں ارکان نے ٹارگٹ کلنگ کے خلاف کئی روز سے جو دھرنا دے رکھا تھا' اسے آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ کی اس یقین دہانی کے بعد کہ آئندہ ہزارہ برادری کے ارکان کا مکمل تحفظ کیا جائے گا اور ٹارگٹ کلنگ کے جرم میں ملوث افراد کو سخت ترین سزائیں دی جائیں گی، ختم کر دیا گیا ہے۔ اس سے قبل وفاقی وزیر داخلہ احسن اقبال کوئٹہ پہنچے تھے اور دھرنے کے شرکا سے بات چیت کے ذریعے اسے ختم کروانے کی کوشش کی تھی' لیکن دھرنے میں شریک ہزارہ برادری نے احسن اقبال کی یقین دہانیوں کو مسترد کرتے ہوئے دھرنا ختم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کا اصرار تھا کہ آرمی چیف دھرنے میں آئیں اور شرکا کو ہزارہ برادری کے تحفظ کا یقین دلائیں' صرف اسی صورت میں دھرنا ختم ہو گا۔ آرمی چیف خود تو دھرنے میں تشریف نہیں لائے البتہ انہوں نے ہزارہ برادری کے عمائدین سے ملاقات کر کے تحفظ کا یقین دلایا۔ اس میٹنگ میں' جس کی صدارت آرمی چیف کر رہے تھے، بلوچستان کے وزیر اعلیٰ عبدالقدوس بزنجو اور صوبائی وزیر داخلہ سرفراز بگٹی کے علاوہ وفاقی وزیر داخلہ احسن اقبال بھی موجود تھے۔ ہزارہ برادری کے ارکان نے دھرنا صوبائی اسمبلی کے سامنے دے رکھا تھا' جبکہ کوئٹہ پریس کلب کے باہر ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والی سماجی کارکن اور رکن بلوچستان بار کونسل جلیلہ حیدر ایڈووکیٹ نے احتجاجاً ہڑتال کر رکھی تھی۔ دھرنا ختم کرنے کے ساتھ ہی جلیلہ حیدر ایڈووکیٹ نے اپنی بھوک ہڑتال بھی ختم کر دی۔

عوام کے جان و مال کی حفاظت کسی بھی ریاست کی بنیادی اور سب سے اہم ذمہ داری ہے اور ریاست پاکستان نے آئین کے مطابق یہ ذمہ داری صوبائی حکومتوں کو سونپ رکھی ہے۔ اس لئے بلوچستان میں اگر لاکھوں افراد پر مشتمل ہزارہ برادری کے ارکان کی نہ جان محفوظ ہے اور نہ مال تو اس کی باز پرس سب سے پہلے صوبائی حکومت یا حکومتوں سے ہونی چاہئے کہ وہ اس وقت اس اہم آئینی ذمہ داری کو پورا کرنے میں کیوں ناکام رہیں؟ لیکن اس ضمن میں وفاقی حکومت کو بھی بری الذمہ نہیں ٹھہرایا جا سکتا کیونکہ صوبائی پولیس کے سربراہ نے ایک انٹرویو میں انکشاف کیا کہ بلوچستان کے 34 اضلاع میں سے 80 فیصد ضلعی پولیس آفیسر سے خالی ہیں۔ یہی حال اس سے اوپر کی سطح کے پولیس افسروں یعنی ڈی آئی جیز کا ہے، جہاں آدھی سے زیادہ آسامیاں خالی پڑی ہیں۔ آئی جی پولیس کے مطابق ان آسامیوں کو پُر کرنے کیلئے صوبائی حکومت کی جانب سے وفاقی حکومت کو بارہا درخواست کی گئی' مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ اٹھارہویں آئینی ترمیم کے بعد امن و امان بحال کرنے کی تمام تر ذمہ داری صوبائی حکومتوں پر ڈال دی گئی ہے لیکن اس ذمہ داری کو پورا کرنے کیلئے صوبوں کو ضروری وسائل اور استعداد مہیا نہیں کی گئی۔ بلوچستان میں پولیس کی زبوں حالی اس کا منہ بولتا ثبوت ہے لیکن صوبے میں قانون نافذ کرنے والے دیگر اداروں کی فورسز مثلاً ایف سی بھی تو موجود ہے اور ان کی موجودگی کافی بھاری ہے۔ جا بجا چیک پوسٹوں پر ان کی موجودگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوبے میں امن و امان کے قیام کی ذمہ داری ایف سی نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اس کے باوجود گزشتہ تقریباً نصف دہائی سے ہزارہ برادری کی ٹارگٹ کلنگ کا سلسلہ جاری ہے، حالانکہ اس کے پیچھے کارفرما ہاتھ کی کئی مرتبہ نشاندہی کی جا چکی ہے لیکن نہ صرف ہر صوبائی حکومت بلکہ وفاقی حکومت بھی' اس جانب کوئی موثر اقدام کرنے میں ناکام رہی ہیں اور حالات یہ ہیں کہ ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے گھر سے باہر کہیں بھی محفوظ نہیں۔ اس برادری سے تعلق رکھنے والے مزدوروں کو نشانہ بنایا گیا۔ اپنی دکانوں پر بیٹھے افراد کو گولیوں سے چھلنی کیا گیا۔ سکول، کالج اور یونیورسٹیوں کو جانے والی طالبات اور طلبا پر حملے کئے گئے۔ ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے پروفیشنلز کو دن دیہاڑے قتل کیا گیا۔ چیف جسٹس آف پاکستان جناب میاں ثاقب نثار نے ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے افراد کی ٹارگٹ کلنگ کا ازخود نوٹس لیتے ہوئے بالکل درست فرمایا کہ ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے افراد کیلئے گھر سے باہر نکلنا محال ہو گیا ہے، ان کے بچے سکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں داخلہ نہیں لے سکتے، ان کیلئے کاروبار کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ انہوں نے بجا طور پر سوال اٹھایا کہ کیا وہ اس ملک کے شہری نہیں؟ کیا انہیں جان و مال کے تحفظ کا حق نہیں؟ عدالتِ عظمیٰ نے حکومت اور حکومت کے زیر کنٹرول امن و امان اور شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے تمام ذمہ داروں کو رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ امید ہے کہ جب یہ معاملہ سپریم کورٹ میں زیر بحث آئے گا تو اس میں بہیمانہ قتل عام کے ذمہ دار چہروں پر سے نقاب ہٹائے جائیں گے۔ اس وقت چونکہ اس معاملے کو ازخود نوٹس لے کر سپریم کورٹ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے' اس لئے اس کے ممکنہ محرکات اور ملوث ہونے والے عناصر کے بارے میں کچھ کہنا مناسب نہ ہو گا لیکن قومی سلامتی اور ملک کے مستقبل کے حوالے سے چند پہلوؤں کی طرف اشارہ کرنا مفید ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اس کو محض لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اس کی تہہ میں پہنچ کر اس کے حقیقی محرکات کی کھوج لگا کر اصل مجرموں کو انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کرنا چاہئے۔ بلوچستان میں فرقہ وارانہ فساد، انتہا پسندی اور دہشتگردی کو پروان چڑھانے والے عناصر کون ہیں؟ اس کی بہت حد تک نشاندہی سپریم کورٹ کے ایک سابق فاضل جج جناب جسٹس قاضی فیض عیسیٰ اپنی رپورٹ میں کر چکے ہیں۔ جسٹس فیض عیسیٰ نے اپنے فیصلے میں صورتحال پر قابو پانے کیلئے چند سفارشات بھی پیش کی تھیں لیکن کیا ان سفارشات پر عمل درآمد ہوا؟ صاف ظاہر ہے کہ نہ صرف صوبائی بلکہ وفاقی حکومت بھی اس سلسلے میں مجرمانہ غفلت کی مرتکب ہوئی۔ صوبائی پولیس کے سربراہ نے اپنے ایک ٹی وی انٹرویو میں بتایا کہ کوئٹہ میں ہزارہ برادری کی ٹارگٹ کلنگ، دہشتگردی کے دیگر واقعات کی وجہ یہ ہے کہ شہر افغانستان کے ساتھ ملنے والی سرحد کے قریب ہے جسے بآسانی عبور

کر کے دہشتگرد بلوچستان میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ہزارہ برادری کی ٹارگٹ کلنگ اور دہشتگردی کے دیگر واقعات کی ذمہ داری بیرونی عناصر پر ڈال دی گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بلوچستان اپنی مخصوص جغرافیائی پوزیشن اور خاص طور پر سی پیک کی وجہ سے ان بیرونی قوتوں کی سرگرمیوں کا مرکز بن چکا ہے جو پاکستان کو ترقی، خوشحالی اور امن کی راہ پر گامزن نہیں دیکھنا چاہتیں لیکن بلوچستان میں دہشتگردی اور خصوصاً ہزارہ برادری کی ٹارگٹ کلنگ میں اندرونی عناصر کے ملوث ہونے کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا' بلکہ بعض حلقوں کے نزدیک انتہا پسندی اور فرقہ واریت کا پرچار کرنے والے عناصر سب سے بڑے مجرم ہیں۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ ان عناصر کو معاشرے میں نفرت اور عدم برداشت پھیلانے کیلئے تقریروں، جلسوں اور جلوسوں کی صورت میں اپنی مذموم کارروائیاں جاری رکھنے کی کھلی چھٹی ہے حالانکہ چار سال قبل شروع کئے گئے نیشنل ایکشن پلان میں ان عناصر کی سرگرمیوں کو دبانے پر خاص طور پر زور دیا گیا تھا۔ مگر نہ تو قومی اور نہ صوبائی سطح پر نیشنل ایکشن پلان ہمیں نظر آتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہماری کاؤنٹر ٹیررازم حکمت عملی ڈی ریل ہو چکی ہے۔ پورے صوبے میں چیک پوسٹوں کا جال دہشتگردوں کی نقل و حرکت کو روکنے میں ناکام ہو چکا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے اور پولیس نے اس چیلنج کا سامنا کرتے ہوئے اہم کامیابیاں حاصل کیں؛ تاہم ہزارہ برادری کے ارکان کے قتل کا نہ رکنے والا سلسلہ بھیانک صورت میں جاری ہے۔ اعداد و شمار کے چکر میں ڈال کر اس جرم پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ ناانصافی اور ظلم کی بازگشت اب ملک سے باہر حلقوں میں بھی سنائی دے رہی ہے۔ اس سے نہ صرف پاکستان کی بدنامی ہوتی ہے بلکہ قوم کا اپنی حکومت اور اس کے اداروں پر اعتماد بھی متزلزل ہوتا ہے جو کسی بھی لحاظ سے قومی سلامتی، اتحاد اور یکجہتی کیلئے سود مند نہیں۔ اس لئے یہ خوش آئند بات ہے کہ آرمی چیف نے ہزارہ برادری کے وفد کو آئندہ اس قسم کے واقعات کو سختی سے روکنے کی یقین دہانی کرائی ہے اور سپریم کورٹ نے اس کا ازخود نوٹس لے کر حکومت اور اس کے اداروں سے جواب طلبی کی ہے۔ امید ہے کہ ہزارہ برادری سے تعلق رکھنے والے ہمارے بھائی آنے والے دنوں میں محفوظ زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

(بشکریہ: روزنامہ دنیا)

صحافت کی آزادی کا عالمی دن

آزادی اظہار پر پابندی کیا واقعی سچ ہے؟

لاہور 3 مئی کو عالمی یوم آزادی اظہار کے موقع پر پاکستان میں ذرائع ابلاغ کی نگرانی کرنے والی ایک غیر سرکاری تنظیم نے دعویٰ کیا ہے کہ ملک میں آزادی اظہار کو لاحق خطرات میں گزشتہ سال نمایاں اضافہ ہوا ہے۔'فریڈم نیٹ ورک' نامی تنظیم نے رواں ہفتے 'پریس فریڈم بیرومیٹر 2018ء' کے عنوان سے اپنی ایک رپورٹ جاری کی ہے جس میں پاکستان میں صحافیوں اور ذرائع ابلاغ کے خلاف 150 سے زائد واقعات اور زیادتیوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔سولہ صفحات پر مشتمل اس رپورٹ میں آزادی اظہار کو درپیش جن خطرات اور چیلنجز کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سرکار کی جانب سے نافذ کی جانے والی سینسر شپ، صحافیوں کو تحریری اور زبانی دھمکیاں، قتل، انہیں ہراساں کرنا، گرفتاریاں، اغوا، غیر قانونی طور پر حراست میں رکھنا اور ان پر تشدد جیسے واقعات شامل ہیں۔رپورٹ کے مطابق ان واقعات میں ریاستی اداروں کے علاوہ غیر ریاستی عناصر اور سیاسی اور مذہبی جماعتیں بھی ملوث تھیں۔رپورٹ کے مطابق یکم مئی 2017ء سے یکم اپریل 2018ء کے دوران پاکستان کے تمام چار صوبوں، اسلام آباد اور قبائلی علاقوں میں صحافیوں اور آزادی صحافت پر حملوں کے 157 واقعات رپورٹ ہوئے جن کا اوسط 15 واقعات فی مہینہ بنتا ہے۔'فریڈم نیٹ ورک' کے ڈائریکٹر کے مطابق پاکستان میں دہشت گردی میں نمایاں کمی کے باوجود صحافی اور صحافت بدستور خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔پاکستان میں دہشت گرد حملوں میں کمی کے صحافت پر مثبت اثرات پڑیں گے۔لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا اور پاکستان میں صحافت کو حاصل آزادی مزید محدود ہو گئی ہے۔حکومت نے تا حال اس رپورٹ اور ملک میں آزادی صحافت کی مخدوش صورتِ حال پر کوئی ردِ عمل نہیں دیا ہے۔رپورٹ ملک بھر سے جمع کی جانے والی ان شکایات پر مبنی ہے جن کا حکام یا متعلقہ ذمہ داروں کے پاس اندراج کرایا گیا تھا۔رپورٹ میں اسلام آباد کو صحافت کے لیے پاکستان کا سب سے "خطرناک اور مشکل" شہر قرار دیا گیا ہے جہاں گزشتہ سال ملک بھر سے صحافیوں اور صحافت کے خلاف رپورٹ ہونے والے کل 157 واقعات میں سے 55 (35) فیصد پیش آئے۔صوبہ پنجاب فہرست میں دوسرے نمبر پر ہے جہاں 17 فی صد واقعات پیش آئے۔سولہ فی صد واقعات صوبہ سندھ اور 14 فی صد بلوچستان سے رپورٹ ہوئے۔کل شکایات میں سے خیبر پختونخوا سے 10 فی صد جب کہ وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں سے آٹھ فی صد موصول ہوئیں۔'فریڈم نیٹ ورک' نے اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ گزشتہ سال پاکستان کے مختلف شہروں میں پانچ صحافی اپنی ذمہ داریاں انجام دیتے ہوئے ہلاک ہوئے جب کہ صحافتی اداروں پر حملوں کی 20 شکایات بھی درج کرائی گئیں۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں ٹی وی کے لیے کام کرنے والے صحافیوں کو پرنٹ، سوشل میڈیا اور ریڈیو کے لیے کام کرنے والے اپنے ساتھیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ حملوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔معروف پاکستانی تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ یہ حکومت اور میڈیا اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحافیوں کو تحفظ اور ان کے حقوق کی پاسداری یقینی بنائیں۔قوم تک حقائق پہنچانے کے لیے فیلڈ میں جا کر رپورٹنگ کرنے والے افراد کو اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے دوران قتل ہونے سے بچایا جانا چاہیے۔جبکہ کئی دوسرے تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ پاکستان میں صحافیوں کو لاحق خطرات نئے نہیں اور انہوں نے ہمیشہ ہی اپنے کام کی بھاری قیمت ادا کی ہے۔بعض ماہرین کا خیال ہے کہ آزادی اظہار کو دبانے کے لیے کی جانے والی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں اب بعض میڈیا ادارے اور صحافی خود ہی اپنے اوپر سینسر شپ عائد کرنے لگے ہیں۔فریڈم نیٹ ورک کے اقبال خٹک کہتے ہیں کہ پاکستانی صحافیوں نے جبرِ مسلسل کے آگے ہتھیار ڈال دیے ہیں اور خود پر سینسر شپ نافذ کر دی ہے۔اب وہ ایسی خبروں اور حقائق کو رپورٹ کرنے سے گریز کرتے ہیں جن کے نتیجے میں انہیں تشدد کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔اقبال خٹک کے بقول اس صورتِ حال کے پاکستان میں تحقیقاتی صحافت پر بہت گہرے اور منفی اثرات پڑیں گے۔پاکستان میں انسانی حقوق کے موقر ادارے 'ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان' کے سربراہ اور تاریخ دان مہدی حسن بھی انہی خدشات کا شکار ہیں۔میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ ملک میں کئی اخبارات اور نیوز چینلز 'سیلف سینسر شپ' پر عمل کر رہے ہیں جو ان کے بقول آزادی اظہار کو کھا رہی ہے اور لوگوں کو معلومات تک رسائی کے ان کے حق سے محروم کر رہی ہے۔مہدی حسن کہتے ہیں کہ پاکستان کی 70 سالہ تاریخ میں صحافت کو ہمیشہ ریاستی اور غیر ریاستی حلقوں کے دباو کا سامنا رہا ہے۔لیکن جہاں کئی تجزیہ کار اور ماہرینِ ابلاغ ملک میں 'سیلف سینسر شپ' کے بڑھتے ہوئے رجحان اور آزادی اظہار کو دبانے کی کوششوں کے ناقد ہیں، وہیں بعض کا خیال ہے کہ پاکستانی صحافت کو اپنے داخلی مسائل کا بھی جائزہ لے کر ان کا حل تلاش کرنا چاہیے۔اسلام آباد میں مقیم سینئر صحافی عامر الیاس رانا کہتے ہیں کہ وہ رپورٹ میں بیان کیے جانے والے حقائق سے متفق ہیں جو ان کے بقول پریشان کن اور دل گرفتگی کا باعث ہیں۔صحافیوں کو ہرگز خوف کے ماحول میں نہیں جینا چاہیے، رپورٹنگ کے لیے جانے والوں کو مارا نہیں جانا چاہیے اور کسی بھی میڈیا گروپ کو خود پر سینسر شپ نافذ کرنے پر مجبور نہیں کیا جانا چاہیے۔لیکن ان کے بقول وہ سمجھتے ہیں کہ پرائم ٹائم میں ٹی وی اسکرینوں پر قابض بہت سے نام نہاد صحافی کئی بار اپنی حد سے نکل جاتے ہیں اور انہیں پاکستان میں صحافت کی باریکیوں کا ادراک نہیں۔وہ پاکستان کے مختلف اہم اداروں کے خلاف بے بنیاد دعوے کر کے خود مصیبت کو دعوت دیتے ہیں۔عامر الیاس رانا کہتے ہیں اظہارِ رائے کی ایسی بے محابا آزادی بھی قبول نہیں کی جا سکتی۔ان کے بقول ایسا یورپ یا امریکہ بھی نہیں ہوتا۔پاکستان میں جبری گمشدگیوں اور ماورائے عدالت قتل کے خلاف گزشتہ چند ماہ سے جاری پشتون قومیت سے تعلق رکھنے والوں کی ایک پرامن تحریک کے میڈیا بلیک آوٹ پر بھی پاکستان کی حکومت اور ملک میں الیکٹرانک میڈیا کے ریگولیٹری ادارے 'پیمرا' کو تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔حال ہی میں پاکستان کے سب سے بڑے نیوز چینل 'جیو نیوز' کی ایک ماہ سے زائد عرصے تک بندش پر بھی انگلیاں حکومت کی جانب ہی اٹھ رہی ہیں۔پشتون تحفظ تحریک کے میڈیا بلیک آوٹ اور جیو کی نشریات بند کرنے کے واقعات ہی بہت کچھ بتاتے ہیں۔اس سے پتا چلتا ہے کہ پاکستان میں ایک غیر اعلانیہ سینسر شپ نافذ ہے اور ملک میں اظہارِ رائے کی آزادی دباو کا شکار ہے۔کوئی نہیں جانتا کہ اس مسئلے کا حل کیا ہے ضرورت اس امر کی ہے اس مسئلے کا حل مل بیٹھ کر تلاش کیا جائے۔

(بشکریہ: روزنامہ مشرق)

آزادی اظہار پر پابندی کیوں؟

لاہور پاکستان میں مارشل لا کے ادوار میں صحافیوں نے کوڑے کھائے لیکن اظہار رائے سے باز نہیں آئے۔لیکن جمہوری دور میں نادیدہ قوتیں اظہار پر پابندیاں لگا رہی ہیں۔کئی کالم نویسوں نے شکایت کی ہے کہ ان کی تحریریں روکی جا رہی ہیں۔پاکستان میں جنرل ایوب اور جنرل ضیا کے مارشل لا ادوار میں میڈیا کو سینسر شپ کا سامنا کرنا پڑا۔خبریں روکی جاتی تھیں اور صحافیوں کے لکھنے اور بولنے پر پابندی لگائی جاتی تھی۔یہ اکیسویں صدی ہے اور پاکستان میں جمہوری ادارے کام کر رہے ہیں۔لیکن کئی لکھنے والوں نے شکایت کی ہے کہ ان کے کالم نا معلوم وجوہ پر روکے گئے ہیں۔ممتاز قانون داں بابر ستار کے مطابق دی نیوز نے پہلی بار ان کا کالم چھاپنے سے معذرت کی ہے۔پھر انگریزی اخبار نیشن نے گل بخاری کا کالم واپس کر دیا۔مشرف زیدی نے ٹوئیٹ کیا کہ ان کا کالم بھی رک گیا ہے۔وجاہت مسعود کا ایک کالم بھی جنگ میں نہیں

چھپ سکا۔ میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے وجاہت مسعود نے کہا کہ کچھ اخبارات اور چینلوں کو تنگ کیا جارہا ہے۔ یہ سلسلہ 2014 سے جاری ہے۔ یہ نہ صرف غیر اعلانیہ سینسر شپ ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ وجاہت مسعود کہتے ہیں، اس ملک میں اب بہت کچھ غیر اعلانیہ ہو رہا ہے۔ اسی میں سینسر شپ کا معاملہ ہے۔ کوئی باقاعدہ اعلان تو نہیں کیا گیا لیکن یہ تو طے ہے کہ کچھ اخبارات کو، کچھ چینلز کو تنگ کیا جارہا ہے۔ ان کا راستہ محدود کیا جارہا ہے۔ یہ سلسلہ 2014 سے شروع ہوا ہے اور اب اس کی لپیٹ میں دوسرے لوگ بھی آ رہے ہیں۔ میں اپنے ادارے سے کیا شکایت کر سکتا ہوں۔ میرا ادارہ جو ہے جس میں میں لکھتا ہوں وہ تو چار سال سے ابتلاؤں کا سامنا کر رہا ہے۔ واحد اس ادارے کے بارے میں آرمی چیف نے کھل کر کہہ دیا کہ جب چاہیں آپ کو بالکل بند کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد تو باقی کچھ نہیں بچا۔ لیس، یہ غیر اعلانیہ سینسر شپ بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ غیر اعلانیہ ہے۔ اخبار 92 ٹو کے ایڈیٹر ارشاد احمد عارف کہتے ہیں کہ کالم نگاروں کو بھی سوچنا چاہیے کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں۔ جب کوئی تحریر چھپ جاتی ہے تو ایڈیٹر اور ادارہ اس کا جواب دہ ہوتا ہے۔ ایڈیٹر اگر آئین و قانون اور معاشرتی اقدار کے خلاف کالم روکتا ہے تو ٹھیک کرتا ہے۔ ارشاد احمد عارف کہتے ہیں، خود کالم نویسوں کو بھی سوچنا چاہیے کہ کیا ملک کی اخلاقیات ہے سیاسی، قانون اور آئین کے جو تقاضے ہیں، وہ پورے کر کے کالم لکھ رہے ہیں یا جو مرضی چاہتے ہیں لکھتے ہیں اور پھر ان کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے من وعن چھاپا جائے۔ کسی کالم کو چھاپنا نہ چھاپنا، اس کو ایڈٹ کرنا ایڈیٹر کا اور ادارے کا حق ہے۔ کیونکہ وہ جواب دہ ہے۔ جب ایک چیز چھپ جاتی ہے تو اس کا جوابدہ ادارہ ہے اور ایڈیٹر ہے۔ اگر وہ اس دائرہ کار میں رہتے ہوئے، جو آئین نے متعین کیا ہے، جو قانون نے متعین کیا ہے۔ یا جس کا معاشرہ تقاضا کرتا ہے، کسی چیز کو ایڈٹ کرتا ہے یا کسی کالم کو روکتا ہے تو میرے نقطہ نظر سے کوئی ایسی غلط بات نہیں ہے۔ ایسا ہونا چاہیے کیونکہ ہم معاشرے کو شتر بے مہار نہیں چھوڑ سکتے۔ ارشاد احمد عارف سے اتفاق کرنے والے سینئر صحافیوں کا بھی کہنا ہے کہ اخبارات میں کالم روکے جانے اور کیبل پر بعض نیوز چینلوں کی بندش سے میڈیا دباؤ میں آئے گا اور چند ماہ بعد ہونے والے انتخابات کی غیر جانبدارانہ کوریج ممکن نہیں رہے گی۔ انفارمیشن اور جدید ٹیکنالوجی کی دور کے اس طرح کی پابندیاں غیر موثر ہوتی ہیں کیونکہ آج آپ کسی کو کچھ کہنے سے روک نہیں سکتے۔ لیکن دنیا بھر میں بدنامی کا باعث ضرور بنتی ہیں اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ بجائے پابندیاں لگانے کے معاملات کو باہمی گفت وشنید سے حل کیا جائے۔ (روزنامہ مشرق)

آزادی صحافت

لاہور آزادی صحافت کے عالمی دن کے موقع پر صحافت کی آزادی کی اہمیت اور افادیت اور ناگزیریت کو واضح کرنے کے لیے سیمینارز کا اہتمام کیا گیا اور دوسری تقاریب ہوئیں۔ پوری دنیا میں آزادی صحافت کا پرچار تو بہت کیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج کے اس جدید دور میں بھی، جبکہ انفارمیشن ٹیکنالوجی بے حد ترقی کرچکی ہے، صحافت پوری طرح آزاد ہے اور نہ ہی صحافی۔ اندازہ اس رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان میں مئی 2017ء سے اپریل 2018ء کے درمیانی عرصہ میں یعنی تقریباً ایک برس میں صحافیوں پر 157 سے زیادہ حملے کیے گئے اور ان میں سے 55 صرف اسلام آباد میں ہوئے۔ زیادہ دور کیا جانا، عالمی یوم صحافت پر یعنی گزشتہ روز ہی راولپنڈی، اسلام آباد کے صحافیوں نے پریس کلب سے پارلیمنٹ تک پرامن ریلی نکالی۔ ڈی چوک کے قریب پولیس نے ریلی کو روک لیا۔ صحافیوں نے پارلیمنٹ کی جانب جانے کی کوشش کی تو پولیس نے ان پر تشدد شروع کر دیا۔ اہلکاروں نے صحافیوں کو دھکے دیے اور ڈنڈے مارے جبکہ ایک خاتون صحافی کو تھپڑ بھی رسید کیا۔ حملوں کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ میڈیا کو قابو میں رکھا جائے تاکہ وہ ملک اور معاشرے کا صرف وہی چہرہ دکھائے جو کچھ زور آور چاہتے ہیں۔ یہ فیئر گیم نہیں۔ یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ ہمارے ملک میں ادارے کمزور ہیں اور قوانین پر عمل درآمد کی صورتحال تشویشناک حد تک خراب۔ ان حالات میں میڈیا سیلف سینسر شپ پر مجبور ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ سیلف سینسر شپ کے باوجود کچھ حلقوں کو وہ چہرہ پسند نہیں جو میڈیا یا سماج کا دکھتا ہے یا دکھانا چاہتا ہے۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر سیلف سینسر شپ نہ ہو تو کیا ہو۔ عالمی سطح پر آزادی صحافت کا دن منانے کا اعلان اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے دسمبر 1993ء میں کیا تھا۔ تب سے آج تک ہر سال 3 مئی کو پوری دنیا میں یہ دن منایا جاتا ہے، جس کا مقصد آزادی صحافت کے بنیادی اصولوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے فضا ہموار کرنا، پوری دنیا میں پریس کو آزادی اور تحفظ فراہم کرانا، میڈیا کی آزادی پر ہونے والے حملوں کا سدباب کرنے کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کرنا، صحافتی فرائض ادا کرتے ہوئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے صحافیوں کی قربانیوں کا اعتراف کرنا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کسی بھی ریاست کے چوتھے ستون کی حیثیت رکھنے والے اس شعبے کو پابندیوں سے آزاد کرانے کی جدوجہد تیز کی جائے۔ میڈیا کسی بھی معاشرے کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ سماج کا اصل چہرہ دکھائے گا اور درپیش مسائل کی نشاندہی کرے گا تو ہی ان کے حل کے لیے ٹھیک ٹھیک قانون سازی اور منصوبہ بندی کی جاسکے گی۔ میڈیا کو اپنے سیلف سینسر شپ پر نظر ثانی کی تو ضرورت ہے ہی، صحافت کا ہاتھ روکنے والوں کے ہاتھ روکنے کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔

(اداریہ، روزنامہ دنیا)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

☜ آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔

☜ آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر یا اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدِ حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق **26** مارچ سے **25** اپریل تک کے دوران ملک بھر میں **171** افراد نے خودکشی کی۔ خودکشی کرنے والوں میں **62** خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران **74** افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچالیا گیا۔ اقدامِ خودکشی کرنے والوں میں **34** خواتین شامل ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں **115** افراد نے گھریلو جھگڑوں و مسائل سے تنگ آ کر اور **10** نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26مارچ	جاوید	مرد	20برس	---	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قمبر ضلع شہداد کوٹ	--	کاوش
26مارچ	جاوید شیخ	مرد	20برس	شادی شدہ	-	پھندا لے کر	گوٹھ رضا محمد کوسو ضلع کشمور	--	کاوش
27مارچ	گل ایوب	مرد	18برس	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	پشاور	-	آج
28مارچ	سومری کولہی	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ عاشق علی خواجہ، ضلع میرپورخاص	--	عوامی آواز
28مارچ	سنجر کالیری	مرد	45برس	---	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	ٹنڈو جام ضلع حیدرآباد	--	عوامی آواز
28مارچ	ناہید	خاتون	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	پشاور	-	آج
29مارچ	محمد عثمان بنگلانی	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گڑھی خیرو ضلع جیکب آباد	--	کاوش
29مارچ	پوراں خاتون	خاتون	--	---	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ سگھیوں۔ سو پودیرو ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
30مارچ	مقبول شاہ	مرد	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ گل شاہ۔ پیروسن ضلع خیرپور	--	کاوش
30مارچ	محمد خان	مرد	14برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	جھڈو ضلع میرپورخاص	--	کاوش
30مارچ	عبدالحکیم خاصخیلی	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	محمود آباد ضلع میرپورخاص	--	عوامی آواز
30مارچ	شانتی کولہی	خاتون	--	---	-	زہر خورانی	ڈگری ضلع میرپورخاص	--	عوامی آواز
31مارچ	امام الدین	مرد	20برس	---	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	کنڈیارو ضلع نوشہرو فیروز	--	کاوش
31مارچ	جیون کولہی	مرد	32برس	---	-	پھندا لے کر	ٹنڈو باگو ضلع بدین	--	کاوش
31مارچ	غلام حیدر سومرو	مرد	35برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گوٹھ حافظ حنیف سومرو ضلع بدین	--	کاوش
31مارچ	سجاد	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	مانانوالہ، شیخوپورہ	-	جنگ
1اپریل	مسمات خان بی بی	خاتون	40برس	شادی شدہ	-	زہر خورانی	گوٹھ محمد نواز مگسی ضلع شہداد کوٹ	--	کاوش
یکم اپریل	-	مرد	20برس	-	-	گاڑی تلے آ کر	سرگودھا روڈ، باوا چک، فیصل آباد	-	جنگ
یکم اپریل	پرویز	-	-	-	-	-	عباس پور روڈ، فیصل آباد	-	جنگ
یکم اپریل	دیوان میگھواڑ	مرد	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین سے	گوٹھ بیروٹہ۔ ڈھرکی ضلع گھوٹکی	--	کاوش
یکم اپریل	صفیہ بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	غلام آباد، فیصل آباد		جنگ
یکم اپریل	نسیم	خاتون	33برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	266رب، فیصل آباد	-	جنگ
یکم اپریل	وقاص	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جھنگ	-	جنگ
یکم اپریل	غلام جعفر	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	جھنگ	-	جنگ
یکم اپریل	رضیہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	جھنگ	-	جنگ
یکم اپریل	احسن	مرد	-	-	-	-	سمبڑیان	-	جنگ
یکم اپریل	محمد وسیم	مرد	-	-	-	-	کوٹ دینہ، اسلام آباد	-	جنگ
یکم اپریل	منیر	مرد	14برس	-	-	-	جہلم	-	جنگ
یکم اپریل	ثناءاللہ	مرد	-	-	-	-	کالاباغ، عیسیٰ خیل، بھٹانوالہ، اسلام آباد	-	جنگ
یکم اپریل	نذیر احمد	مرد	-	-	-	پھندا لے کر	بوریوالہ، شکرگڑھ	-	جنگ
یکم اپریل	حمیرہ	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	ملتان	-	جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
کیم اپریل	ملک سرفراز	مرد	42برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوجرانوالہ	۔	دنیا
کیم اپریل	حمیرا بی بی	خاتون	25برس	۔	۔	پھندا لے کر	لیاری، کراچی	۔	دنیا
کیم اپریل	نعمان	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	سبی، ملتان	۔	دنیا
کیم اپریل	ساجدہ بی بی	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹاؤن لنڈ، ڈی جی خان	۔	دنیا
کیم اپریل	مقدس بی بی	خاتون	32برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	۔	لالہ موسیٰ، گجرات	۔	دنیا
کیم اپریل	زین	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	۔	لالہ موسیٰ، گجرات	۔	دنیا
کیم اپریل	عامر	مرد	16برس	۔	گھریلو جھگڑا	۔	لالہ موسیٰ، گجرات	۔	دنیا
کیم اپریل	فاطمہ	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	۔	لالہ موسیٰ، گجرات	۔	دنیا
کیم اپریل	مناہل	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	۔	لالہ موسیٰ، گجرات	۔	دنیا
02اپریل	بلال	مرد	26برس	۔	۔		گلبرگ مین مارکیٹ، لاہور	۔	جنگ
02اپریل	۔	مرد	28برس	۔	۔	۔	سیالکوٹ	۔	جنگ
02اپریل	محمد اکرم	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گجرات	۔	ڈان
02اپریل	۔	مرد	22برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	ٹرین تلے آ کر	غالب مارکیٹ، لاہور	۔	نئی بات
02اپریل	۔	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	قلعہ ستار شاہ، لاہور	۔	مشرق
2اپریل	ڈانی کوہلی	خاتون	26برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گوٹھ جلال چانڈیو ۔کلوئی ضلع تھرپارکر	--	کاوش
2اپریل	قادر بخش خاصخیلی	مرد	70 برس	---	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	سٹھ میل ضلع نواب شاہ	--	کاوش
2اپریل	نثار احمد لاکھو	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	شہباز کالونی۔سیوہن ضلع جام شورو	درج	عوامی آواز اخبار
03اپریل	عدنان	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیروزوالہ	۔	نوائے وقت
3اپریل	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	لکی مروت	۔	نوائے وقت
3اپریل	محمد افضل	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	کوٹ مان سنگھ، پاکپتن	۔	جنگ
3اپریل	عدنان علی	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شیخوپورہ	۔	جنگ
3اپریل	خالد حسین	مرد	50برس	۔	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آ کر	۔	۔	س
3اپریل	رخسانہ	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	رحیم یار خان	۔	جنگ
3اپریل	محمد سلیم	مرد	۔	۔	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	لیاقت پور، رحیم یار خان	۔	جنگ
3اپریل	محمد شعبان	مرد	45برس	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خیرپور ٹامیانوالی	۔	جنگ
3اپریل	اقرا	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	۔	۔	دی نیوز
3اپریل	سلمہ شر	بچی	16برس	---	۔	زہرخورانی	گوٹھ محمد اقبال شر۔فیض گنج، ضلع خیرپور	--	کاوش
3اپریل	وزیراں خاصخیلی	بچی	14برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	شہداد پور ضلع سانگھڑ	--	عوامی آواز
3اپریل	شبانہ	بچی	16برس	---	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	گوٹھ راؤ گجو۔کھپرو ضلع سانگھڑ	--	عوامی آواز
4اپریل	ثقلین شاہ	مرد	58برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	دریا میں کود کر	لطیف آباد نمبر 9 ضلع حیدرآباد	--	کاوش اخبار
4اپریل	خاتون خاصخیلی	خاتون	60برس	شادی شدہ	۔	پھندا لے کر	گوٹھ امید علی خاصخیلی۔ٹنڈو باگو ضلع بدین	--	کاوش
4اپریل	عبدالعظیم	مرد	40برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	باغبانپورہ، لاہور	۔	نئی بات
4اپریل	اقرا	4اپریل	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیروزوالہ	۔	جنگ
4اپریل	نوشین بی بی	4اپریل	۔	۔	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پشاور	۔	جنگ
4اپریل	آسیہ بی بی	خاتون	۔	۔	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	۔	۔	جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
4اپریل	عزیز	مرد	-	-	-	خودکوجلاکر	ننکانہ صاحب	-	جنگ
5اپریل	عائشہ	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ عبدالحمید ڈیرو۔ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
5اپریل	شاہینہ مہر	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	کالاپتھر	گوٹھ حبیب کوٹ۔لکی غلام شاہ ضلع شکارپور	--	عوامی آواز
5اپریل	یونس	مرد	36برس	-	-	-	فیصل آباد	-	جنگ
5اپریل	اشرف	مرد	26برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں بھاگووالی،ننکانہ صاحب	-	جنگ
5اپریل	-	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گجرات	-	جنگ
5اپریل	خالد	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	سرگودھا	-	جنگ
5اپریل	بشیر	مرد	25برس	-	-	فیصل آباد	-	-	جنگ
5اپریل	رمضان	مرد	30برس	-	-	-	فیصل آباد	-	جنگ
5اپریل	غلام فاطمہ	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کسووال	-	جنگ
5اپریل	آسیہ بی بی	خاتون	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	کھڈیاں خاص،قصور	-	دنیا
5اپریل	روبینہ بی بی	خاتون	16برس	-	-	پھندالےکر	پاکپتن	-	دنیا
6اپریل	سمیرا	خاتون	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کاہنہ،لاہور	-	جنگ
5اپریل	عبدالعزیز	مرد	50برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	لاہور	-	جنگ
5اپریل	-	خاتون	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہرمیں کودکر	سرائے عالمگیر	-	جنگ
7اپریل	جان محمد بوہڑ	مرد	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	ضلع بدین	درج	کاوش
7اپریل	عامر	مرد	29برس	-	-	زہرخورانی	ٹوبہ ٹیک سنگھ	-	دنیا
7اپریل	بشریٰ	-	-	-	-	خودکوگولی مارکر	رساپور	-	دنیا
7اپریل	محمد صدیق	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	ٹرین تلے آکر	فاضل پور،رحیم یارخان	-	دنیا
7اپریل	-	خاتون	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	کراچی	-	ایکسپریس
8اپریل	نظیراں	خاتون	--	شادی شدہ	ذہنی معذوری	نالے میں کودکر	سیوہن ضلع جامشورو	--	کاوش
8اپریل	عاطف زنگجی	مرد	17برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندالگاکر	روہڑی ضلع سکھر	--	کاوش
8اپریل	جان محمد	مرد	35برس	-	قرض سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکوگولی مارکر	بدین	-	ڈان
9اپریل	سلطان	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	-	-	نوائے وقت
9اپریل	اویس	مرد	20برس	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	تاندلیانوالہ،فیصل آباد	-	نوائے وقت
9اپریل	نسیم بی بی	خاتون	22برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	خان بیلہ،رحیم یارخان	-	دنیا
9اپریل	گڈی مائی	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	-	-	دنیا
9اپریل	محمد مدیر	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	فیصل آباد	-	ایکسپریس
10اپریل	فیاض	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	اوکاڑہ	-	ڈان
10اپریل	عقیلہ بی بی	خاتون	-	-	-	خودکوگولی مارکر	کالوخیل،میانوالی	-	نوائے وقت
10اپریل	علی رضا	مرد	--	-	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	نظام آباد،وزیرآباد	-	نوائے وقت
10اپریل	ادریس	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	اقبال کالونی،فیصل آباد	-	دی نیوز
12اپریل	گلی کوہلی	خاتون	42برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	کوٹ غلام محمد ضلع میرپورخاص	--	کاوش
11اپریل	منظور ہنگورو	مرد	22برس	---	-	خودکوگولی مارکر	جھوک شریف ضلع ٹھٹھہ	--	کاوش
11اپریل	یاسمین	خاتون	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	گرین ٹاؤن،لاہور	-	دی نیوز

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
11اپریل	-	خاتون	-		گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیروزوالہ،لاہور	-	نوائے وقت
11اپریل	زریات	مرد	18برس	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکوگولی مارکر	ساہیوال	-	نوائے وقت
11اپریل	طاہرہ	خاتون	18برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخوران	قصور	-	جنگ
12اپریل	نہال مگنھار	مرد	40برس	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندالےکر	اسلام کوٹ ضلع تھرپارکر	--	کاوش
12اپریل	زاہد	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	علی پورروڈ،حافظ آباد	-	جنگ
12اپریل	عبدالرحمان	مرد	17برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	عارف والہ	-	جنگ
12اپریل	یوسف	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قصور	-	جنگ
12اپریل	جلیل احمد	مرد	50برس	-	گھریلو جھگڑا	-	کراچی	-	دنیا
12اپریل	محمداکرام	مرد	-	-	-	پھندالےکر	کوئٹہ	-	نئی بات
13اپریل	عبدالحفیظ	مرد	58برس	---	ذہنی معذوری	-	لطیف آباد نمبر5 ضلع حیدرآباد	--	کاوش
13اپریل	زبیر	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نشترکالونی،لاہور	-	نئی بات
13اپریل	-	مرد	-	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	صفدرآباد،یزمان	-	نوائے وقت
13اپریل	افتخار	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	-	-	نوائے وقت
13اپریل	محسن علی	مرد	17برس	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	فیصل آباد	-	نوائے وقت
14اپریل	زاہدہ	خاتون	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک60-61-جی ڈی،ساہیوال	-	نوائے وقت
14اپریل	افتخار	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رچناٹاؤن،فیروزوالا	-	جنگ
15پریل	جان محمد ملانو	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	پنوعاقل ضلع سکھر	--	کاوش
15اپریل	مشتاق ملک	مرد	17برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ وکیل لنڈ-میرپورماتھیلوضلع گھوٹکی	--	کاوش
15اپریل	سجاد جویو	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ شفیع محمد جویو-میرپورماتھیلوضلع گھوٹکی	--	کاوش
15اپریل	عمران میرانی	مرد	25برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ضلع سکھر	--	کاوش
15اپریل	بخشل جویو	مرد	--	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندالےکر	جوہی ضلع دادو	--	کاوش
15اپریل	عائشہ	خاتون	30برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	لاہور	-	دی نیوز
15اپریل	سلیم	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نصرآباد،لاہور	-	دی نیوز
15اپریل	فیصل	مرد	-	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخوارنی	گرین ٹاؤن،لاہور	-	دی نیوز
15اپریل	فقیرحسین	مرد	60برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مانگامنڈی،لاہور	-	دنیا
15اپریل	خوش بختی	خاتون	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مصطفیٰ آباد،لاہور	-	دنیا
15اپریل	اعجازاحمد	مرد	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	رچناٹاؤن،فیروزوالا	-	دنیا
15اپریل	عابدعلی	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد،رحیم یارخان	-	دنیا
15اپریل	خالد	مرد	-	شادی شدہ	-	خودکوگولی مارکر	ہنجروال،حافظ آباد	-	نوائے وقت
16اپریل	ہرچندمیگھواڑ	مرد	--	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندالےکر	ڈیپلوضلع تھرپارکر	--	کاوش
16اپریل	سونومستوئی	مرد	50برس	---	-	پھندالےکر	میٹھانی ضلع	--	کاوش
16اپریل	امین	مرد	-	شادی شدہ	-	پھندالےکر	فیصل آباد	-	جنگ
16اپریل	گل صنوبر	خاتون	-	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک48-374،فیصل آباد	-	دی نیوز
16اپریل	سہیل	مرد	20برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چنیوٹ	-	نئی بات
16اپریل	افتخار	مرد	40برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	شرقپور،شیخوپورہ	-	دنیا

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
16اپریل	اشرف علی	مرد	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ـ	خوازہ خیلہ، سوات	ـ	نوائے وقت
16اپریل	جلال	مرد	50برس	ـ	ـ	زہر خورانی	ساہیوال	ـ	نوائے وقت
16اپریل	محمد امین	مرد	ـ	ـ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	پھندا لے کر	فیصل آباد	ـ	پاکستان ٹوڈے
17اپریل	بھاگل ملاح	خاتون	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	کوٹری ضلع جامشورو	--	کاوش
17اپریل	محمد اعظم بروہی	مرد	--	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	زہر خورانی	گوٹھ قادر بخش بروہی۔شہدادکوٹ	--	کاوش
17اپریل	گل صنوبر	بچی	13برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیصل آباد	ـ	ایکسپریس ٹریبون
17اپریل	یوسف	مرد	ـ	ـ	ـ	ٹرین تلے آکر	گجرات	ـ	جنگ
17اپریل	کنیز بی بی	خاتون	50برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیصل آباد	ـ	نوائے وقت
18اپریل	رضیہ بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ساہیوال	ـ	نوائے وقت
18اپریل	احسان لاشاری	مرد	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	قاسم آباد ضلع حیدرآباد	--	کاوش
18اپریل	جاوید علی	مرد	15برس	---	ـ	پھندا لے کر	مورو ضلع نوشہرو فیروز	--	کاوش
19اپریل	حبیاں زنجو	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ـ	ٹنڈو جام ضلع حیدرآباد	--	کاوش
19اپریل	محمد حسن	مرد	20برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	قلعہ دیدار سنگھ	ـ	نوائے وقت
19اپریل	رابعہ	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	مناواں، لاہور	ـ	ایکسپریس
20پریل	راحیلہ	خاتون	20برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لگا کر	پنو عاقل ضلع سکھر	--	کاوش
20اپریل	احسان	مرد	--	---	بیروزگاری سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندا لے کر	گوٹھ ڈامرہ ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
20اپریل	غلام محمد	مرد	80برس	غیر شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	کھٹی بہلول پور، حافظ آباد	ـ	دنیا
20اپریل	کامران	مرن	35برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	شیش محل، کامونکی	ـ	دنیا
20اپریل	سمیعہ بی بی	خاتون	20برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	تھانہ دولت گیٹ، ملتان	ـ	دنیا
20اپریل	نسرین اختر	خاتون	60برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ٹوبہ ٹیک سنگھ	ـ	دنیا
20اپریل	عشرت بی بی	خاتون	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے آکر	بچیکی	ـ	جنگ
20اپریل	محمد تاج	خاتون	37برس	ـ	ذہنی معذوری	زہر خورانی	اوکاڑہ	ـ	جنگ
20اپریل	ممتاز بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیصل آباد	ـ	جنگ
21اپریل	الطاف	مرد	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	ساہیوال	ـ	آج
21اپریل	فیصل	مرد	42برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	نولکھا، لاہور	ـ	مشرق
21اپریل	یوسف	مرد	ـ	ـ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	فیروزوالہ، لاہور	ـ	نوائے وقت
21اپریل	عمار	مرد	17برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے کود کر	راوی روڈ، لاہور	ـ	ایکسپریس
22اپریل	رمضان شیدی	مرد	32برس	---	پولیس کے خوف سے	پھندا لے کر	سیر ضلع حیدرآباد	--	کاوش
23اپریل	منجی کولہی	مرد	45برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ننگرپارکر ضلع تھرپارکر	--	کاوش
23اپریل	نجیب اللہ رند	مرد	23برس	---	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	ضلع حیدرآباد	--	کاوش
23اپریل	منظور احمد	مرد	ـ	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	خود کو آگ لگا کر	قصور	ـ	جنگ
23اپریل	شکیلہ بی بی	خاتون	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو آگ لگا کر	قصور	ـ	جنگ
24اپریل	صوبیہ	خاتون	20برس	---	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ پیر وفقیر شورو۔ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
25اپریل	انجم مسیح	خاتون	30برس	---	ذہنی معذور	ـ	ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
25اپریل	صدام جعفری	مرد	16برس	---	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گوٹھ نورو جعفری۔غوثپور شکارپور	--	کاوش

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
27مارچ	ریاض سومرو	مرد	17برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نیوسعید آباد ضلع مٹیاری	--	کاوش
28مارچ	سونا خاصخیلی	خاتون	16برس	غیرشادی شدہ	نامعلوم	زہرخورانی	دیہہ 190۔ڈگری ضلع میر پور خاص	--	کاوش
29مارچ	پھولاں بھیل	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ گلزار قریشی۔سامارو ضلع عمرکوٹ	--	کاوش
29مارچ	چترو میگھواڑ	مرد	40برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کوٹ غلام محمد ضلع تھرپارکر	--	کاوش
29مارچ	وقاص احمد	مرد	--	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ اجن ضلع نوشہروفیروز	--	کاوش
29مارچ	آصف علی	مرد	20برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ضلع نوشہروفیروز	--	کاوش
29مارچ	سونیا	خاتون	--	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ضلع نوشہروفیروز	--	کاوش
29مارچ	شالوکولہی	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	ٹنڈو جام ضلع حیدرآباد	--	کاوش
29مارچ	وقاص اجن	مرد	16برس	---	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ٹھاروشاہ ضلع نوشہروفیروز	--	کاوش
31مارچ	ثمینہ	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سامارو ضلع عمرکوٹ	--	کاوش
31مارچ	پروین	خاتون	35برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دھیوالہ وڑائچ، قلعہ دیدار سنگھ	-	نئی بات
کیم اپریل	نسیم خاتون	خاتون	--	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
کیم اپریل	سونیا	خاتون	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکوآگ لگاکر	شادباغ، لاہور	-	دنیا
2اپریل	نیاز	مرد	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	خودکوگولی مارکر	علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور	-	نوائے وقت
2اپریل	-	خاتون	16برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کامونکی	-	جنگ
5اپریل	علی جان جتوئی	مرد	20برس	--	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ علی مراد جتوئی ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
7اپریل	شہناز	مرد	35برس	-	-	-	خان پور، رحیم یارخان	-	دنیا
7اپریل	وزیر احمد	مرد	25برس	-	-	-	-	-	دنیا
7اپریل	محمد انیس	مرد	26برس	-	-	-	گلشن عثمان، کراچی	-	دنیا
7اپریل	مہاجن	مرد	30برس	-	-	-	-	-	دنیا
7اپریل	بہاول	مرد	42برس	-	-	-	بھونگ شریف، صادق آباد	-	دنیا
7اپریل	نائلہ بی بی	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	نہرمیں کودکر	فیروزوالہ	-	جنگ
7اپریل	ظاہرہ بی بی	خاتون	21برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندالے کر	قصور	-	نوائے وقت
8اپریل	-	خاتون	20برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مریدکے	-	خبریں
10یاپریل	صائمہ سولنگی	خاتون	22برس	--	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈگری ضلع میرپورخاص	--	کاوش
10اپریل	رضوانہ بی بی	خاتون	25برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	-	-	نئی بات
10اپریل	شہناز	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	-	دی نیوز
10اپریل	بشریٰ	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	-	دی نیوز
11اپریل	اقراء	خاتون	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوزخمی کرکے	قصور	-	دنیا
11اپریل	سونیاکولہی	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سن ضلع جامشورو	--	عوامی آواز
11اپریل	پنھوں کولہی	مرد	--	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سن ضلع جامشورو	--	عوامی آواز
12اپریل	-	مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکوآگ لگاکر	قصور	-	جنگ
12اپریل	منظور	مرد	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوآگ لگاکر	قصور	-	جنگ
12اپریل	شمائلہ بی بی	خاتون	19برس	-	گھریلو جھگڑا	-	جماعت پورہ، قصور	-	دنیا
12اپریل	تسلیم بی بی	خاتون	22برس	-	-	-	خانپور، رحیم یارخان	-	دنیا
12اپریل	سدرہ بی بی	خاتون	25برس	-	-	-	-	-	دنیا

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
12اپریل	فرازاحمد	مرد	19برس	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	دنیا
12اپریل	محمداشرف	مرد	21برس	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	دنیا
12اپریل	تنویراسماعیل	مرد	20برس	ـ	گھریلوحالات سے دلبرداشتہ	ـ		ـ	دنیا
12اپریل	رمشا	خاتون	ـ	شادی شدہ	ـ	خودکوآگ لگاکر	ساہیوال	ـ	نئی بات
12اپریل									
12اپریل	ا-ب	مرد	50برس	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
14اپریل	شہباز	مرد	ـ	ـ	گھریلوجھگڑا	خودکوزخمی کرکے	شرقپورشریف،شیخوپورہ	ـ	دنیا
15اپریل	فرزانہ	خاتون	20برس	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ ابراہیم شاہ۔ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
15اپریل	ثمینہ	خاتون	20برس	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ ملوک ملوکانی۔ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
15اپریل	نیازساند	مرد	--	---	ـ	زہرخورانی	گوٹھ عثمان ساند۔ٹنڈوباگوضلع بدین	--	کاوش
15اپریل	غلام نبی ملاح	مرد	--	---	ـ	زہرخورانی	گوٹھ ادوڑی۔ٹنڈوباگوضلع بدین	--	کاوش
17اپریل	زینب	خاتون	--	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ صالح ہوتی۔ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
17اپریل	راجوکوہلی	خاتون	--	---	بیروزگاری لے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	گوٹھ نورمحمد جونیجوضلع حیدرآباد	--	کاوش
17اپریل	محمدشریف	مرد	ـ	ـ	گھریلوجھگڑا	خودکوگولی مارکر	جھنگ روڈ،چنیوٹ	ـ	نئی بات
18اپریل	صدام جٹ	مرد	19برس	---	پسندکی شادی نہ ہونے پر	خودکوگولی مارکر	نوں دیروضلع لاڑکانہ	--	کاوش
18اپریل	افضل پنہور	مرد	35برس	شادی شدہ	نامعلوم	ـ	گوٹھ لطف پنہورضلع نوشہروفیروز	--	کاوش
18اپریل	افضل خان	مرد	25برس	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	خودکوگولی مارکر	گوٹھ فضل چانڈیو۔ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
18اپریل	منورعلی	مرد	30برس	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ مشائخ۔ٹنڈوآدم ضلع سانگھڑ	--	کاوش
18اپریل	امدادعلی	مرد	19برس	غیرشادی شدہ	پسندکی شادی نہ ہونے پر	خودکوگولی مارکر	نوڈیرو،سندھ	ـ	ڈیلی ٹائمز
20اپریل	صنم مغیری	خاتون	--	غیرشادی شدہ	پسندکی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
20پریل	علی خان مہیسر	مرد	25برس	---	گھریلوجھگڑا	خودکوگولی مارکر	پنوعاقل ضلع سکھر	--	کاوش
20اپریل	آصفہ جونیجو	خاتون	--	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ ڈامرہ ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
20اپریل	زاہدہ بی بی	خاتون	19برس	غیرشادی شدہ	ـ	ـ	رحیم یارخان	ـ	دنیا
20اپریل	منیراں بی بی	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	رحیم یارخان	ـ	دنیا
20اپریل	شہزاداحمد	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	رحیم یارخان	ـ	دنیا
20اپریل	خالدعلی	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	رحیم یارخان	ـ	دنیا
20اپریل	ـ	مرد	40برس	ـ	ـ	خودکوآگ لگاکر	رچناٹاؤن،رحیم یارخان	ـ	آج
20اپریل	ـ	خاتون	ـ	ـ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	لاڑکانہ	ـ	پاکستان ٹوڈے
20اپریل	آصفہ	خاتون	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	دہامرہ،لاڑکانہ	ـ	پاکستان ٹوڈے
20اپریل	وسیم	مرد	ـ	ـ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گڑھی خدابخش،لاڑکانہ	ـ	پاکستان ٹوڈے
21پریل	بشیراں اجن	خاتون	25برس	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	گوٹھ سمتواجن۔کھڑاضلع خیرپور	--	کاوش
22اپریل	نارائن میگھواڑ	مرد	--	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	کڈڑوضلع نواب شاہ	--	کاوش
22اپریل	حسن	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	پسندکی شادی نہ ہونے پر	خودکوآگ لگاکر	گوجرانوالہ	ـ	نوائے وقت
23اپریل	ـ	مرد	ـ	ـ	گھریلوحالات سے دلبرداشتہ	خودکوآگ لگاکر	رچناٹاؤن،رحیم یارخان	ـ	ایکسپریس
24اپریل	کریم بخش ملاح	مرد	35برس	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	میرپوربٹھوروضلع ٹھٹھہ	--	کاوش
24اپریل	محمداسحاق جونیجو	مرد	--	غیرشادی شدہ	پسندکی شادی نہ ہونے پر	خودکوگولی مارکر	مدیجی ضلع لاڑکانہ	--	کاوش
24اپریل	افروزخاتون	خاتون	35بر	شادی شدہ	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	قمبرضلع شہدادکوٹ	--	کاوش
25اپریل	الہ ڈینونوحانی	مرد	32بر	---	گھریلوجھگڑا	زہرخورانی	دیہہ کائی۔ساماروضلع سانگھڑ	--	کاوش

پھر خاموشی چھا جائے گی

ڈاکٹر توصیف احمد خان

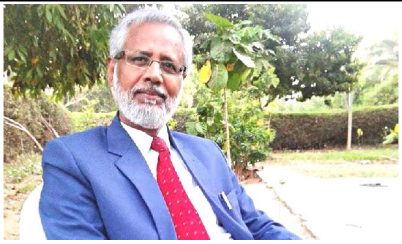

شکیل اوج

ڈاکٹر وحید الرحمٰن عرف یاسر رضوی اپنی اہلیہ اور دو بچیوں کے ساتھ لطیف پلازہ واٹر پمپ میں کئی برسوں سے مقیم تھے۔ اس فلیٹ میں وہ اپنی والدہ کے ہمراہ آئے تھے مگر والدہ کچھ عرصہ قبل انتقال کر گئی تھیں۔ یاسر رضوی کو اپنی ماں سے گہری محبت تھی۔ وہ مہینوں والدہ کی قبر پر حاضری دیتے رہے۔ یاسر رضوی کے والد ان کے بچپن میں انتقال کر گئے تھے۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ ابتدائی عمر سے محنت کو اپنا شعار بنایا اور اپنی تعلیم جاری رکھی۔ پہلے چھوٹی موٹی ملازمتیں کیں، پھر پاکستان اسٹینڈرڈ انسٹی ٹیوٹ میں ملازم ہو گئے۔

اردو کالج سے ایم اے کیا اور اخبارات میں کام کرنا شروع کیا۔ پہلے اپنی صحافتی کیریئر کی ابتداء پہلی سندھی نیوز ایجنسی سے کی، پھر مقامی اخبار میں رپورٹر ہو گئے۔ یہ اخبار مذہبی انتہا پسندی کے منشور اور اپنے نظریے کے مخالف سیاسی جماعتوں اور شخصیتوں کو پاکستانی اور مسلمان نہیں سمجھتا تھا مگر یاسر رضوی نے اپنی رپورٹنگ میں حقائق کو اہمیت دی۔ کسی قسم کے ایجنڈے کو اپنی خبروں کی بنیاد نہیں بنایا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مخالف سیاسی جماعتوں اور مذہبی حلقوں میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ وفاقی اردو کالج یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر گیا۔

یاسر رضوی نے شعبہ ابلاغ عامہ میں پی ایچ ڈی کے کورس میں داخلہ لیا۔ پی ایچ ڈی کی سند حاصل کرنے کے لیے مقالہ لکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مقالے کے لیے مواد کا حصول جان جوکھوں کا کام ہے، جو اساتذہ تحقیق شروع کرتے ہیں تو وہ تدریس سے رخصت حاصل کر لیتے ہیں مگر یاسر رضوی کی لغت میں چھٹی کا تصور نہیں تھا۔ انھوں نے اپنی پیشہ وارانہ سرگرمیاں جاری رکھیں اور تحقیق کے لیے بھی وقت نکالا۔ ان کی اہلیہ کا کہنا ہے کہ یاسر رات گئے تک کام کرتے، اور پھر صبح دفتر چلے جاتے۔ یاسر رضوی نے مقررہ مدت میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی اور وفاقی اردو یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر تعینات ہو گئے۔

ڈاکٹر یاسر رضوی نے اردو یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغ کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ان کی مدد سے بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد ہوئیں، ٹی وی لیب اور ریڈیو اسٹیشن تعمیر ہوئے، ڈاکٹر یاسر رضوی کراچی یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغ عامہ میں اسسٹنٹ پروفیسر ہو گئے۔ انھوں نے کلیہ معارف اسلامی کے ڈین پروفیسر شکیل اوج کی نگرانی میں ڈاکٹریٹ کا مقالہ مرتب کیا تھا۔ یوں وہ پروفیسر شکیل اوج کے قریبی شاگردوں کے حلقے میں داخل ہو گئے۔

ڈاکٹر شکیل اوج نے مروجہ روایات سے ہٹ کر اسلامیات کے مختلف موضوعات پر تحقیق کی تھی، یہی وجہ تھی کہ مذہبی انتہا پسند ان کے دشمن ہو گئے۔ ڈاکٹر شکیل اوج ایک بہادر شخص تھے۔ انھوں نے کسی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور پرزور انداز اپنایا، ڈاکٹر شکیل اوج کو ہراساں کرنے کی کوشش کی گئی مگر شکیل اوج کے عزائم بلند رہے۔ شکیل اوج نامعلوم افراد کی گولیوں کا شکار ہو گئے۔ صدر، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ اور قائد حزب اختلاف سمیت تمام افراد نے ڈاکٹر شکیل اوج کے قتل کی مذمت کی۔ پولیس اور قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں نے خصوصی ٹیمیں بنائیں۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے ماہرین کو تفتیشی ٹیموں میں شامل کیا گیا مگر قاتل گرفتار نہ ہوئے۔

ڈاکٹر یاسر رضوی 29 اپریل 2015ء کو صبح دس بجے گھر سے اپنی کار میں روانہ ہوئے۔ انھوں نے کچھ عرصہ قبل ہی ڈرائیونگ سیکھی تھی اور سیکنڈ ہینڈ کار کے مالک ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر یاسر رضوی کی اہلیہ صدف کچھ عرصہ سے بیمار تھیں، یاسر نے انھیں دوائی کھلائی تھی۔ صدف کا دل اس دن بار بار گھبرا رہا تھا۔ جب یاسر بلدیہ کے امراض قلب اسپتال کے سامنے پہنچے تو سڑک پر خاصی چہل پہل تھی۔ گاڑیاں معمول کے مطابق دوڑ رہی تھیں۔ دور فٹ پاتھ پر ٹھیلے والے بھی موجود تھے۔ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ دو موٹر سائیکلوں پر سوار نوجوان یاسر کا تعاقب کرتے ہوئے آئے۔

ان نوجوانوں نے ہیلمٹ سے اپنے چہرے چھپائے ہوئے تھے۔ شاید ایک نوجوان موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا۔ جیسے ہی ڈاکٹر یاسر کی کار چوراہے پر پہنچی ان نوجوانوں نے یاسر پر اندھا دھند گولیاں چلائیں۔ ان نوجوانوں نے اس وقت تک فائرنگ بند نہ کی جب تک ان کو یقین نہ ہو گیا کہ یاسر دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ یاسر رضوی کو عباسی شہید اسپتال لے جایا گیا۔

ٹی وی اسکرین پر ڈاکٹر یاسر رضوی کے انتقال کی بریکنگ نیوز چلنے لگی۔ اساتذہ، صحافی، طلبہ، سیاسی کارکن اور رشتے دار اسپتال پہنچے۔ کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر قیصر بھی آئے۔ پولیس افسروں نے شہر کی ناکہ بندی کا اعلان کیا۔ جیوفینسنگ کے ماہرین نے قتل کے مقام سے الیکٹرونک سگنل کو جمع کر کے تجزیہ شروع کیا۔ کراچی یونیورسٹی کے اساتذہ نے غیر معینہ مدت کے لیے ہڑتال کر دی۔ وزیر اعلیٰ قائم علی شاہ نے اساتذہ کے وفد کو چیف منسٹر ہاؤس بلایا۔ ڈاکٹر شکیل اوج اور ڈاکٹر یاسر رضوی کے لواحقین کے لیے 2 کروڑ روپے معاوضے کا اعلان ہوا اور قاتلوں کی فوری گرفتاری کی یقین دہانی کرائی گئی۔ یاسر کی اہلیہ اور دو بیٹیوں نے اپنی زندگی دوبارہ شروع کی۔ کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے اعلان کیا کہ یاسر کے اہل خانہ کو پنشن دی جائے گی۔ کراچی یونیوسٹی کی سنڈیکیٹ کے اراکین، انجمن اساتذہ اور کراچی یونیورسٹی کے عہدیداروں نے بلند

ڈاکٹر یاسر رضوی

بانگ دعوے کیے۔ ایوان صدر کے اہلکار دعوے کرتے ہی رہ گئے مگر کچھ نہ ہوا۔ کراچی یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغ عامہ کے استاد اسامہ شفیق نے دوستی کا حق ادا کیا۔ یاسر کے بچوں کے لیے صرف مکان کا کرایہ ادا کرنے کا حتمی فیصلہ ہوا باقی دعوے اخبارات کی فائلوں میں کھو گئے۔ یاسر کے سابق دوست مسرور احمد مرحوم اپنی زندگی کے آخری لمحے تک یاسر کے لواحقین کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہے۔ ایجوکیشن رپورٹنگ کرنے والے صحافی محمد عسکری اور زیبسٹ کے کلیہ سماجی علوم کے سربراہ ڈاکٹر ریاض شیخ کی کوششوں سے کچھ رقم وزیر اعلیٰ ہاؤس نے فراہم کی۔

پولیس والے پہلے تو یاسر کے قاتلوں کی گرفتاری کی خبریں شایع اور نشر کراتے رہے پھر حتمی طور پر طے ہو گیا کہ کراچی پولیس قاتلوں کو تلاش نہ کر پائی اور یہ کیس داخل دفتر کر دیا گیا۔ آپریشن ضرب عضب اور ردالفساد سب مکمل ہو گئے مگر نہ تو ڈاکٹر شکیل اوج اور نہ ہی ڈاکٹر یاسر رضوی کے قاتلوں کا پتہ چل سکا۔ اساتذہ کی انجمنوں نے چند مہینے تک قاتلوں کی گرفتاری کے لیے قراردادیں اپنے ایجنڈے میں شامل رکھیں پھر اساتذہ بھی اپنے قتل ہونے والے ساتھیوں کو بھول گئے۔ ڈاکٹر شکیل اوج اور ڈاکٹر یاسر رضوی کا تعلق نچلے متوسط طبقے سے تھا۔ دونوں بغیر کسی سفارش یا دباؤ کے محنت کر کے اساتذہ کے درجے پر فائز ہوئے تھے۔ ان اساتذہ کی اس ریاستی ڈھانچے میں خاص اہمیت نہیں تھی۔

دہشت گردی کی اس جنگ میں تو لاکھوں افراد جاں بحق ہوئے۔ ان میں اساتذہ، صحافی، وکلاء، ڈاکٹر، جج، خواتین، سیاسی کارکن اور سماجی رہنما شامل ہیں مگر ان میں سے بیشتر کو نہ تو کوئی معاوضہ ملا نہ قاتلوں کو سزا ملی، یوں رونا کس بات کا ہے؟ یاسین آباد کے قبرستان میں مغرب کی نماز کے بعد جب یاسر کو لحد میں اتارا جا رہا تھا تو خرم مشتاق کی آواز آ رہی تھی کہ یاسر دفن ہو گئے، سب گھروں کو چلے جائیں گے اور پھر خاموشی ہو جائے گی۔ آج تین سال بعد محسوس ہو رہا ہے کہ خرم کی بات ہی صحیح تھی۔ مگر کیا اساتذہ قتل ہوتے رہیں گے، حکومت دعوے کرتے رہے گی، قاتل آزاد رہیں گے اور پھر خاموشی ہو جائے گی؟

(بشکریہ: ایکسپریس نیوز)

ٹیکنالوجی سے استفادہ آخر کیسے۔۔۔؟

ارشاد کاظمی

نابینا افراد کی روزمرہ نقل و حرکت کو آسان بنانے اور انہیں اپنے اطراف میں موجود اشیاء کے بارے میں معلومات لینے کے لیے ماہرین نے کئی مفید آن لائن موبائل ایپلیکیشنز متعارف کروائی گئی ہیں جنکی بدولت نابینا افراد کی زندگیوں میں بہت زیادہ آسانیاں پیدا ہوگئی ہیں، اس وقت پاکستان سمیت دنیا بھر میں موجود آنکھوں کی بینائی سے محروم افراد ان مفید ایپلیکیشنز کے استعمال کے ذریعے بغیر کسی اور کی مدد کے اپنے روزمرہ امور انجام دے رہے ہیں۔۔ان ایپلیکیشنز میں ایک گوگل آئی ڈی Gogol id نامی ایپ موجود ہے جو نابینا فرد کو نقل و حرکت کے دوران ان کو ان کی موجودگی والی جگہ کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہے، یعنی جس جگہ، سڑک، چوراہا، مارکیٹ، بلڈنگ، وغیرہ جہاں وہ کھڑا ہے کا مکمل نام و

تو صاحبان یہ تمام آسانیاں اور سہولیات اس وقت میسر آنا ممکن ہے جب تیز ترین یعنی 3 جی اور 4 جی انٹرنیٹ ہر وقت موجود ہو، میں ایک گلگتی نابینا شخص اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اینڈ رائیڈ فون کے استعمال پر بہت حد تک دسترس رکھنے کے باوجود ان تمام سہولیات کے حصول سے محض اس لئے محروم ہوں کیونکہ میری تیز ترین انٹرنیٹ تک رسائی نہیں ہے، لہٰذا مجھے اس ترقی یافتہ اور جدید دور میں بھی معمولی نوعیت کے معلومات کے حصول کے لئے دوسروں کا محتاج ہونا پڑ رہا ہے، تیز ترین انٹرنیٹ تک رسائی میرا بنیادی حق ہے۔

پتہ، اس کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے موجود عمارتوں دکانوں کے نام اور دیگر لینڈ مارکس کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم ہوتی ہیں ایک اور موبائل ایپلیکیشن ہولو آئی Holo ey بھی پلے سٹور میں موجود ہے، یہ ایپلیکیشن پاکستان کے چند یونیورسٹی طلبہ نے پروجیکٹ کے طور پر بنائی تھی جس سے بعد ازاں مزید تبدیلیوں کے بعد نابینا افراد کے لئے اور زیادہ فائدہ مند بنایا گیا ہے، یہ ایپلیکیشن نابینا افراد کو کرنسی نوٹس کی شناخت میں مدد فراہم کرتی ہے اس کے علاوہ نابینا افراد اپنے اردگرد موجود اشیاء کے بارے میں معلوم کرنا چاہئیں تو وہ اپنے اینڈرائیڈ موبائل کا کیمرہ اس جانب کر کے اندازے سے تصویر کھینچتا ہے اور محض چند سیکنڈ میں لی گئی تصویر کی تمام تفصیلات تحریری شکل میں سامنے آجاتی ہیں۔

ایک اور ایپلیکیشن بھی موجود ہے جس کے دنیا بھر میں ہزاروں ممبران ہیں، ان ممبران میں بہت بڑی تعداد ان رضاکاروں کی ہے جو صاحب بینا ہیں اور ہمہ وقت نابینا افراد کی مدد کے لئے آمادہ رہتے ہیں، اس ایپلیکیشن کے ذریعے نابینا افراد اپنی مطلوبہ معلومات آن لائن لے سکتے ہیں مثلاً کپڑوں کا رنگ، دوائیوں کے لیبل، کتابوں کے نام، اپنی ڈریسنگ اور جس جگہ وہ موجود ہیں اس کے اطراف موجود چیزوں کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے آن لائن کسی بھی وقت مفت کال ملائی جاتی ہے اور ایپلیکیشن کے دستیاب رضاکار نابینا شخص کو اس کی مطلوبہ معلومات فراہم کرتے ہیں نابینا شخص کو بس اپنے موبائل کا کیمرہ آن کر کے مطلوبہ چیز کی طرف اس کا رخ کرنا پڑتا ہے۔

تیز ترین انٹرنیٹ کی موجودگی میں نابینا افراد کے لئے اپنے اینڈرائیڈ فون میں ٹائپنگ کرنا بھی بہت آسان ہو گیا ہے اب انہیں موبائل سکرین پر ٹٹول ٹٹول کر حروف ڈھونڈنے اور الفاظ ترتیب دینے کی زحمت سے چھٹکارا مل گیا ہے کیونکہ وہ وائس ان پٹ کے ذریعے انگریزی یا اردو میں جو کچھ لکھنا چاہئیں وہ محض بولتے جاتے ہیں اور ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ خود بخود تحریر ہوتے جاتے ہیں۔اس کے علاوہ بھی بہت ساری ایپس اور فیچرز دستیاب ہیں جنہیں نابینا افراد کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر بنایا گیا ہے اور نابینا افراد بھی ان سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں یہ تمام ایپس گوگل پلے سٹور میں موجود ہیں۔اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے سوشل میڈیا کے ذرائع جن میں فیس بک، وٹس ایپ، انسٹا گرام اور ٹیوٹر وغیرہ بھی نابینا افراد کے لئے قابل استعمال بنایا گیا ہے اور ان سوشل میڈیا سائیٹس کی ہرنئی آنے والی اپ ڈیٹس میں نابینا افراد کے لئے مخصوص فیچرز میں مزید جدت لائی جا رہی ہے جس کے باعث یہ تمام سائیٹس نابینا افراد آسانی کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں، اس وقت دنیا بھر کے لاکھوں نابینا افراد ان سوشل میڈیا سائٹس کے ذریعے باہمی رابطے میں ہیں اور انہی ذرائع کو تعلیمی اور معلوماتی مقاصد کے حصول کے لئے بروئے کار لا رہے ہیں۔ان تمام سائنسی ایجادات اور ٹیکنالوجیز نے جہاں نابینا افراد کو معلومات کے حصول کے نئے راستوں سے آگاہ کیا ہے وہیں ان کی عزت نفس کے تحفظ اور

شخصی وقار میں اضافے کا بھی موجب بنے ہیں۔

تو صاحبان یہ تمام آسانیاں اور سہولیات اس وقت میسر آنا ممکن ہے جب تیز ترین یعنی 3 جی اور 4 جی انٹرنیٹ ہر وقت موجود ہو، میں ایک گلگتی نابینا شخص اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اینڈ رائیڈ فون کے استعمال پر بہت حد تک دسترس رکھنے کے باوجود ان تمام سہولیات کے حصول سے محض اس لئے محروم ہوں کیونکہ میری تیز ترین انٹرنیٹ تک رسائی نہیں ہے، لہٰذا مجھے اس ترقی یافتہ اور جدید دور میں بھی معمولی نوعیت کے معلومات کے حصول کے لئے دوسروں کا محتاج ہونا پڑ رہا ہے، تیز ترین انٹرنیٹ تک رسائی میرا بنیادی حق ہے جو محض ایک ادارہ ایس سی او کی نااہلی کے باعث مجھے حاصل نہیں ہے۔اس ادارے کو چاہئے تھا کہ ملک میں موجود دیگر موبائل کمپنیوں سے بہتر ٹیلی مواصلاتی اور انٹرنیٹ کی تیز ترین سہولیات فراہم کرتا، لیکن یہ ادارہ اس میں بہت بری طرح ناکامی سے دوچار ہے، ادارے کی کارکردگی سے گلگت بلتستان کا کوئی فرد مطمئن نظر نہیں آ رہا، مالی وسائل سے مالا مال اور حکومتی سرپرستی ہونے کے باوجود ادارے کی اتنی ناقص کارکردگی یقیناً لمحہ فکریہ ہے اور ہرگز ناقابل قبول ہے اس ادارے کی انتہائی بدترین اور ناقص کارکردگی کے باعث عوام اس ادارے سے نالاں نظر آتے ہیں، میرا تعلق گلگت کے علاقہ دنیور سے ہے یہاں پر ایس سی او کی کئی تنصیبات موجود ہیں اور صورتحال یہ ہے کہ دنیور میں ہی ایس کام کا فور جی نیٹ ورک موجود نہیں ہوتا ہے، اب دنیور میں صورتحال یہ ہے تو دیگر علاقوں کی صورتحال کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔گلگت بلتستان میں سیکورٹی کے نام پر پرائیویٹ موبائل کمپنیوں کو فور جی نیٹ ورک فراہم کرنے کی اجازت نہ دینا سنگین زیادتی ہے اور اس صورتحال کے خلاف علاقے کا ہر خاص و عام سراپا احتجاج ہے۔ ج (بشکریہ: پامیر ٹائمز)

تعلیم

ٹیچر کا طالب پر وحشیانہ تشدد

سوات 19 اپریل کو مالم جبہ میں نجی سکول کے دوسری جماعت کے 8 سالہ طالب علم پر سکول کے استاد کے شدید تشدد کے بعد استاد کو گرفتار کر کے اس کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا۔ الفلاح پبلک سکول کے استاد شبیر احمد نے دوسری جماعت کے طالب علم سید باچا کو شدید کا نشانہ بنایا جس کو طبی امداد کیلئے ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ ایس ایچ او تھانہ مالم جبہ فضل رحیم کے مطابق سکول استاد کے خلاف ایف آئی آر درج کی گئی ہے جس میں دفعات 34,37 چائلڈ پروٹیکشن ایکٹ 2010ء شامل کی گئی ہیں اور ملزم کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ (روزنامہ مشرق)

تباہ ہونے والے 70 سکولوں کی تعمیر نو نہ ہو سکی

خیبر ایجنسی یکم اپریل کو خیبر ایجنسی میں دہشت گردی سے تباہ شدہ 70 سکولوں میں ابھی تک تعمیراتی کام شروع نہیں ہوسکا اور بیشتر علاقوں میں اب بھی بچے کھلے آسمان کے نیچے پڑھنے پر مجبور ہیں۔ پاکستان کے قبائلی علاقوں میں دہشتگردی کی لہر کے دوران ہزاروں کی تعداد میں سکولوں کو بموں سے اڑا دیا گیا تھا جن میں سے بہت سے سکولوں کو غیر ملکی امداد اور اپنی مدد آپ کے تحت تعمیر کیا گیا۔ لیکن ابھی بھی بہت سے سکول ایسے ہیں جہاں پر بچے کھلے آسمان کے نیچے پڑھنے پر مجبور ہیں۔ خیبر ایجنسی ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق تحصیل باڑہ میں 95 سکول مکمل طور پر تباہ جبکہ 63 سکولوں کو جزوی نقصان پہنچا تھا جن میں سے 17 مکمل تباہ سکولوں کو غیر ملکی امدادی اداروں نے تعمیر کروایا، جبکہ 13 ایسے سکول تھے جن کو ایجنسی ایجوکیشن فنڈ سے تعمیر کیا گیا۔ اسی طرح 63 ایسے سکول تھے جن کو جزوی طور پر نقصان پہنچا تھا جو بحال کئے گئے ہیں، جن میں سے بعض سکول فائبر گلاس سے تعمیر کیے گئے۔ رپورٹ کے مطابق خیبر ایجنسی کی باڑہ تحصیل میں ابھی بھی تقریباً 69 ایسے سکول موجود ہیں جن کی تعمیر ابھی تک نہیں ہوسکی، وادی تیراہ میں 6 ایسے سکول بھی ہیں جو مکمل طور پر تباہ ہوئے ہیں لیکن وہاں انتظامیہ کی رسائی نہیں۔ لنڈی کوتل میں 18 سکول مکمل طور پر تباہ ہوئے جبکہ 3 سکولوں کو جزوی نقصان پہنچا، ان میں سے 17 مکمل تباہ جبکہ 3 جزوی تباہ سکولوں کو دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ اسی طرح اس علاقے میں ایک سکول ایسا ہے جسکی تعمیر تا حال نہیں ہوسکی۔ رپورٹ کے مطابق پاک افغان بارڈر پر 2 سکول ایسے موجود ہیں جو مکمل طور پر تباہ ہوئے تھے لیکن ابھی تک اس کی تصدیق نہیں کی گئی۔

(روزنامہ مشرق)

کوہستان میں تعلیمی ایمرجنسی کے باوجود سکولوں کی حالت نہ بدل سکی

کوہستان 3 پریل 2018 کو خیبر پختونخوا حکومت کی تعلیمی ایمرجنسی کے باوجود ضلع کوہستان کے سکولوں کی حالت نہ بدل سکی، ساڑھے 4 سال بعد بھی گرلز سکول کھلنے کا نام نہیں لے رہے، کہیں سکول دستیاب ہے سکول کا عملہ نہیں، تو کہیں والدین بچوں کو پڑھانا چاہتے ہیں مگر پڑھنے کیلئے چھت میسر نہیں ہے۔ ذرائع کے مطابق کوہستان میں خواتین کی شرح خواندگی 2 فیصد سے بھی کم ہے، اس ضلع کی تعلیمی پسماندگی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ کوہستان کی 80 فیصد گرلز سکول بند ہیں، جہاں عرصہ دراز سے فیملی سٹاف نے قدم رکھا ہی نہیں ہے۔ ذرائع کے مطابق داسو کے علاقے چالکوٹ میں بچیوں کی سکول کی عمارت نہ ہونے کے باعث ٹینٹ میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں جہاں مقامی ٹیچر ٹینٹ میں بچیوں کو پڑھاتی ہیں۔ علاقہ سیر گیال میں بھی سکول کھنڈر کا منظر پیش کر رہا ہے اور پانچ سالوں سے استانیوں نے سکول میں قدم رکھنے کی زحمت نہیں کی جس کے باعث سینکڑوں طالبات تعلیم سے محروم ہیں۔ ضلع کوہستان میں گھوسٹ سکولوں کی بھرمار ہے، وادی کندیا کی تمام فی میل سکول بند ہیں جبکہ چالکوٹ میں بھی صورتحال اس سے برعکس نہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ذمہ داران ایس ڈی اوز سرکل فی میل، ایجوکیشن آفیسر کو سب اچھا کی رپورٹ پیش کر رہے ہیں جس کی وجہ سے اب تک نہ تو بند سکول کھل سکے اور نہ ہی غیر حاضر استانیوں کے خلاف کاروائی ہو سکی ہے۔

(روزنامہ مشرق)

طلباء خستہ حال عمارت میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور

پشاور 18 اپریل کو پشاور کے علاقے چمکنی میں قائم غیر سرکاری کمیونٹی سکول میں دو سو سے زائد طلبہ خستہ حال بلڈنگ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، سات مرلے پر مشتمل اس سکول کی چاردیواری کی حالت انتہائی خراب ہے جبکہ سکول کے چھوٹے چھوٹے چار کمروں میں دو سو سے زائد طلباء و طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ایلمنٹری ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے منسلک اس سکول کی انتظامیہ کے مطابق تین کلومیٹر کے فاصلے پر کوئی سرکاری سکول قائم نہیں کیا گیا ہے جس کی وجہ سے قریب آبادی کے بچے و بچیاں اسی سکول میں داخلہ لے رہے ہیں۔ پانچویں جماعت کی طالبہ فاطمہ نے کہا کہ بارشوں کے موسم میں کمروں کی چھتیں ٹپکتی ہیں جس کی وجہ سے ان کا پڑھائی متاثر ہوتی ہے، گرمیوں میں کمرے چھوٹے ہونے کی وجہ سے جبکہ پنکھوں کا بھی کوئی بندوبست نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ سکول میں واش رومز کی کمی ہے جبکہ پینے کا صاف پانی بھی دستیاب نہیں اور تمام بچیاں گندہ پانی پینے پر مجبور ہیں۔ چوتھی جماعت کی ایک طالبہ حمیرا نے کہا کہ زیادہ تر بچوں کے والدین غریب ہیں اور نجی سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ علاقے میں کوئی سرکاری مڈل اور ہائی سکول نہیں ہے جس کی وجہ سے زیادہ تر بچیاں پانچویں کے بعد تعلیم چھوڑ دیتی ہیں کیونکہ وہ دور دراز سکولوں میں نہیں جا سکتی۔ سکول کے کمرے چھوٹے ہونے اور طلبہ کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑھ رہا ہے، سکول کی خاتون پرنسپل مسماۃ ہادیہ صمد نے کہا کہ سکول کیلئے انہوں نے اپنی مدد آپ کے تحت بلڈنگ دی ہے تاہم حکومت یا کسی غیر سرکاری تنظیم کی طرف سے ان کی کوئی مدد نہیں کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ کئی مرتبہ محکمہ تعلیم اور دیگر اداروں کے نمائندوں نے ان کے سکول کے دورے کئے ہیں لیکن اب تک سکول کی تعمیر و ترقی اور طلباء کیلئے ضروری سہولیات نہیں دی گئیں۔

(روزنامہ مشرق)

ٹیچر کا طلبہ پر تشدد

پشاور 19 اپریل کو پشاور پولیس لائن کے رہائشی لائق زمان نے چیف جسٹس آف پاکستان، وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا اور آئی جی پولیس سے اپیل کی ہے کہ ان کی بیٹی پر تشدد کرنے والی سکول ٹیچر کو فی الفور معطل کر کے انصاف فراہم کیا جائے۔ گزشتہ روز پشاور پریس کلب میں صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے لائق زمان نے کہا کہ ان کی بیٹی لائبہ جو گورنمنٹ پرائمری سکول ڈھکی منور شاہ اندر شہر میں تیسری جماعت کی طالبہ ہے جس کا ہاتھ پہلے سے ٹوٹا ہوا تھا اس کے باوجود انہوں نے اسے سکول بھیجا۔ یکم مارچ کو فی میل ٹیچر نے بلا کسی وجہ کے اس کی بیٹی کا ہاتھ دوبارہ توڑ دیا۔ واقعہ کے خلاف وہ تھانہ خان رازق شہید میں ایف آئی آر درج کرانے گئے تو تھانہ کے ایس ایچ او نے الٹا انہیں ہی ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ انہوں وزیر اعلیٰ کمپلینٹ سیل میں بھی درخواست جمع کرائی مگر تا حال کوئی شنوائی نہیں ہوسکی۔ انہوں نے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے اعلیٰ افسروں سے اپیل کی کہ ٹیچر کیخلاف کاروائی کی جائے اور ان کی بیٹی کا سال ضائع ہونے سے بچایا جائے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

ٹیچر کے تشدد سے
کمسن طالب علم کی حالت غیر

پشاور 7 پریل کو پشاور کے نجی سکول واقع دلہ زاک روڈ پر ٹیچر نے بارہ سالہ طالب علم کو تشدد کا نشانہ بنا کر زخمی کر دیا، والدین نے بچے کو علاج کیلئے ہسپتال منتقل کر دیا اور سکول کے پرنسپل اور ٹیچر کیخلاف قانونی کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔ نجی سکول ٹیچر نے طالب علم فرہان علی کو چند روز قبل سکول ورک نہ کرنے پر مارا تو اس نے اپنے والدین کو شکایت کی جس پر فرہان علی کے والد نے سکول آکر پرنسپل کو شکایت کی کہ بچے کو مار سے نہیں پیار سے سمجھانا چاہیے۔ اگلے روز کلاس ٹیچر نے فرہان کو بلا کسی وجہ تشدد کا نشانہ بناڈالا جس سے اس کی حالت غیر ہوگئی۔ والدین نے اپنے بیٹے فرہان علی کو علاج معالجہ کیلئے لیڈی ریڈنگ ہسپتال منتقل کر دیا۔ طالبعلم کے والدین نے صوبائی وزیر تعلیم محمد عاطف خان، سیکرٹری ایجوکیشن اور ایس پی سٹی سے مطالبہ کیا ہے کہ اس کے بیٹے فرہان علی پر تشدد کرنے والے سکول پرنسپل اور ٹیچر کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔

(بشکریہ روزنامہ ایکسپریس)

لاپتہ طالب علم بازیاب

مردان 4 پریل 2018 کو پولیس نے تین دن قبل لاپتہ ہونے والے شیر گڑھ کے رہائشی ساتویں جماعت کے طالب علم احسان علی کو مردان سے بازیاب کر کے تین ملزمان کو گرفتار کر لیا اور امن جرگہ کے صوبائی چیئرمین اور سابق صوبائی وزیر سید کمال شاہ سمیت متعدد افراد کے خلا مقدمہ درج کر لیا ہے۔ کمال شاہ نے ضمانت قبل از گرفتاری کرالی ہے۔ پولیس کے مطابق احسان علی چند دن قبل لاپتہ ہوئے تھے جس پر پولیس نے اس کی تلاش شروع کر دی تھی۔ اسے نواحی علاقے سربند میں واقع ایک ڈیری فارم سے برآمد کر لیا۔ ڈیری فارم امن جرگے کے چیئرمین سید کمال شاہ کی ملکیت بتائی جاتی ہے، پولیس نے دو بھائیوں عثمان و ابراہیم ساکنان جلالہ اور عابد اللہ ساکن تنگی کو گرفتار کر لیا ہے جبکہ دیگر ملزمان کی گرفتاری کیلئے چھاپے مارے جا رہے ہیں، ادھر سید کمال شاہ نے مقدمے کو انتقامی کارروائی قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس قسم کے ہتھکنڈوں سے حق کی آواز کو نہیں دبایا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ جمعہ امن جرگے نے تمبولک میں زیادتی کے بعد قتل کئے جانے والے کمسن حارث کے قاتلوں کی عدم گرفتاری کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا تھا جو پولیس کو ناگوار گزرا اور ان کے خلاف جھوٹا اور بے بنیاد مقدمہ درج کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس قسم کی حرکتوں سے امن جرگے کے ارکان کو مظلوموں کی مدد اور ظالموں کے خلاف آواز بلند کرنے سے نہیں روکا جا سکتا۔ (روزنامہ مشرق)

حکومت بنیادی اور اعلیٰ تعلیم مفت کرے

پشاور 17 اپریل کو ینگ گرلز خیبر پختونخوا نے ہائیر ایجوکیشن تک مفت تعلیم لازمی کرنے کیلئے پشاور پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں گورنمنٹ سکولوں کی طالبات نے شرکت کی اور صوبائی حکومت سے ہائیر ایجوکیشن کے فیسوں میں اضافہ واپس لینے اور مفت تعلیم لازمی کرنے کا مطالبہ کیا۔ طالبات نے بینرز اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے جن پر میٹرک تک تعلیم مفت کرنے کے بعد ہائیر ایجوکیشن بھی فری کرنے کے مطالبات درج تھے۔ مظاہرے میں شریک طالبات نے کہا کہ صوبائی حکومت نے میٹرک تک تعلیم مفت کی لیکن کالج کی سطح پر اعلیٰ تعلیم کے دروازے بند ہیں۔ فیسوں میں اضافے سے لڑکیوں کی تعلیم مزید پسماندہ ہوگی، صوبائی حکومت ہائیر ایجوکیشن بھی مفت کرے۔ (روزنامہ ایکسپریس)

اقلیتیں

سکیورٹی گارڈز کا وحشیانہ تشدد

پشاور 3 پریل کو ہشتنگری کے علاقہ چاچا یونس پارک (فیملی پارک) کے گیٹ پر تعینات سکیورٹی ملازمین نے ایسٹر تہوار کے موقع پر سیر و تفریح کیلئے پارک آنے والے مسیحی خاندان کو اسلحہ کی نوک پر تشدد کا نشانہ بنا ڈالا۔ بجوڑی گیٹ کے رہائشی شالیم ولد منور نے ہشتنگری تھانہ میں رپورٹ درج کراتے ہوئے بتایا کہ وہ گزشتہ روز ایسٹر کے تہوار کے موقع پر سیر و تفریح کی غرض سے اپنے رشتہ داروں مسماۃ مشعل دختر جاوید اور راہول جاوید ساکنان گلبرگ کے ہمراہ فیملی پارک آئے تھے جہاں فیملی پارک کے گیٹ پر تعینات سکیورٹی گارڈ نے انہیں روک لیا اور پارک میں جانے سے منع کیا جس پر ان کے درمیان تکرار شروع ہوگئی۔ اس دوران سکیورٹی اہلکار نے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر انہیں تشدد کا نشانہ بنا کر زخمی کر دیا اور فرار ہوگئے۔ پولیس نے واقعہ کی رپورٹ درج کر لی ہے، تاہم تا حال کوئی گرفتاری عمل میں نہیں لائی جا سکی۔

(روزنامہ آج)

اقلیتوں کیلئے ترقیاتی فنڈز مختص کرنے کا مطالبہ

پشاور پاکستان مینارٹی الائنس نے وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ فاٹا میں رہائش پذیر اقلیتی برادری کے لیے آئندہ مالی سال میں ترقیاتی فنڈ مختص کریں تاکہ اقلیتی برادری کے مسائل کے حل کیلئے بھی افسران کو فنڈز دستیاب ہوں۔ پاکستان مینارٹی الائنس کی ایگزیکٹو کمیٹی کے رکن ملک ارشد مسیح نے ایڈیشنل چیف سیکرٹری فاٹا اور سیکرٹری ترقی و منصوبہ بندی کو لکھے گئے خط میں مطالبہ کیا ہے کہ 2018ء کے بجٹ میں اقلیتوں کیلئے فنڈز مختص کئے جائیں۔ خط میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ فاٹا کی اقلیتوں کیلئے مخصوص کالونیوں، گرجا گھروں، مندوروں، اور گوردواروں کی تعمیر و مرمت، مذہبی مقامات میں ضروری سامان کی ترسیل، کالونیوں میں سٹریٹ لائٹس قبرستان اور شمشان گھاٹ سمیت کئی دیگر حل طلب امور کیلئے فنڈز مختص کیے جائیں۔ (روزنامہ مشرق)

اقلیتی قبرستان پر غیر قانونی قبضے کا خدشہ

حیدر آباد ٹنڈو یوسف میں واقع اقلیتی قبرستان بدستور گندے پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔ قبرستان کے ایک حصے میں کچرا پھینکے جانے کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ دوسری طرف قبضہ مافیا دھڑے سے قبرستان کی زمین پر مزید پختہ تعمیرات کر رہی ہے لیکن ان تمام معاملات کا علم ہونے کے باوجود بلدیاتی حکام سمیت ضلعی انتظامیہ معاملے کا نوٹس نہیں لیں گے۔ ٹنڈو یسف میں مسلمانوں کے سب سے بڑے قدیم قبرستان کے سامنے واقع اقلیتی قبرستان ماضی میں ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والی ان برداریوں کا سب سے بڑا قبرستان تھا جو اپنے مردے دفن کرنے پر یقین رکھتے ہیں جبکہ اس قبرستان میں مسیحی برادری بھی اپنے مردے دفن کرتی تھی اس مقصد کے اسی قبرستان میں ان کے لیے ایک الگ حصہ مختص تھا۔ کچھ عرصہ قبل تک یہاں سیکڑوں قبریں تھیں لیکن سابق ضلعی حکومت سے موجود بلدیہ اعلیٰ حیدر آباد تک کسی بلدیاتی ادارے نے اس قبرستان کی حالت زار کو بہتر بنانے پر توجہ نہیں دی۔

بچے

10 سالہ بچے کے ساتھ زیادتی

حیدرآباد 18 مارچ کو تھانہ حیدرآباد کے گوٹھ سالم بگلانی کے قریب جنگل میں دس چرواہے کے ساتھ مبینہ زیادتی کی گئی۔ متاثرہ بچے آسن بھیل کے بھائی سوائل بھیل نے پولیس کو مقدمہ درج کرواتے ہوئے کہا کہ اس کا بھائی جنگل میں بکریاں چرارہا تھا کہ ملزم نے اسے یرغمال بنا کر زیادتی کی۔ پولیس نے مقدمے کے اندراج کے بعد بچے کو طبی معائنے کے لیے سول ہسپتال عمر کوٹ منتقل کیا، جبکہ ملزم واقعے کے بعد فرار ہوگیا۔ (اوکھول)

بچی کے ساتھ زیادتی کی کوشش

حیدرآباد 27 مارچ کو کنری کے قریب بٹاں شاخ کے گوٹھ غلام حیدر خاصخیلی چودہ سالہ شیلا کھیتوں میں کام کر رہی تھی کہ دو ملزمان نے مبینہ کے ساتھ جنسی زیادتی کی کوشش کی۔ مزاحمت کرنے اور چیخ وپکار پر مقامی لوگ پہنچے تو ملزمان موٹر سائیکل پر فرار ہوگئے۔ لوگوں نے تعاقب کر کے دونوں جوابداروں ظریف خان اور شرمن شیخ کو پکڑ لیا جنہیں پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ کنری پولیس نے بچی کے والد کی فریاد پر ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے۔ (اوکھول)

ساڑھے 7 برسوں میں 22528 بچوں سے جنسی زیادتی کی گئی

حیدرآباد پاکستان کی تقریباً چالیس فیصد آبادی پندرہ سال سے کم عمر افراد پر مشتمل ہے۔ گزشتہ برسوں سے پاکستان میں بچوں سے جنسی زیادتی کے واقعات میں مسلسل اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ اگر ان اعداد و شمار کا جائزہ لیں جو رپورٹ ہوئے تو گزشتہ ساڑھے سات برسوں یعنی 2010ء سے 2017 کے وسط تک بچوں سے جنسی زیادتی کے 22528 واقعات درج ہوئے۔ 2010ء میں 2252 واقعات رپورٹ ہوئے، 2011 میں یہ تعداد بڑھ کر 2303 ہوگئی، 2012ء میں 2788، 2013ء میں 3002ء، 2014ء میں 3508، 2015ء میں 3768، 2016ء میں مجموعی طور پر 4139 کیسز رپورٹ ہوئے جبکہ 2017ء کے پہلے چھ ماہ کے دوران بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے 768 واقعات پیش آئے بعض ماہرین کا کہنا ہے کہ ایسے واقعات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ بدنامی کے خوف سے ایسے واقعات کو دبا دیا جاتا ہے۔ 2016ء کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں یومیہ 11 بچے جنسی زیادتی کا شکار ہوئے۔ بچوں سے جنسی زیادتی سمیت اغوا، گمشدگی اور جبری شادیوں کے 4139 کیس رجسٹرڈ ہوئے اور یہ تعداد 2015ء کے مقابلے میں دس فیصد زیادہ رہی۔ بچوں کے خلاف بڑے جرائم میں اغواء کے 1455 کیس، ریپ کے 502 کیس، بچوں کے ساتھ بدفعلی کے 453 کیس، گینگ ریپ کے 271 کیس، اجتماعی زیادتی کے 268 کیس جبکہ زیادتی یا ریپ کی کوشش کے 362 کیس سامنے آئے۔ جنسی حملوں کے بعد سو بچے قتل کر دیے گئے۔ بچوں کے ساتھ جنسی جرائم میں ملوث افراد کی بڑی تعداد جو کہ 1765 ہے ان کے اپنے رشتہ داروں اور جان پہچان والوں کی تھی۔ بچوں سے جنسی تشدد میں 798 اجنبی، 589 واقف کار، 176 رشتہ دار، 64 پڑوسی، 44 مولوی، 37 اساتذہ اور 28 پولیس والے ملوث پائے گئے۔ 2016ء میں دیہی علاقوں سے 76 فیصد جبکہ شہری علاقوں سے چوبیس فیصد واقعات رپورٹ ہوئے۔ پنجاب میں 2676، سندھ میں 987، بلوچستان میں 166، اسلام آباد 156، خیبر پختونخوا میں 141، آزاد کشمیر میں 09، اور گلگت بلتستان سے چار واقعات رپورٹ ہوئے جبکہ فاٹا سے کوئی کیس رپورٹ نہیں ہوا۔ 2017ء کے پہلے چھ ماہ میں بچوں کے ساتھ زیادتی کے سب سے زیادہ واقعات پنجاب میں پیش آئے۔ پہلے چھ ماہ میں کل 1764 کیسز میں سے پنجاب میں 62 فیصد، سندھ میں 28 فیصد، بلوچستان میں 58، اور آزاد کشمیر میں 9 فیصد کیسز رجسٹرڈ ہوئے۔

(لالہ عبدالحلیم)

پاکستان دنیا میں نومولود بچوں کی اموات میں خطرناک ملک قرار

حیدرآباد بچوں کے لیے اقوام متحدہ کے ادارے ''یونیسف'' ایک نئی رپورٹ میں کہا گیا کہ دنیا میں پاکستان میں نومولود بچوں کی اموات کے لحاظ سے سب سے خطرناک ملک ہے جبکہ اس فہرست میں شامل 10 بدترین ممالک میں سے 2 جنوبی ایشیا اور 8 افریقہ میں صحرائے صحارا کے زیریں علاقے میں واقع ہیں۔ یونیسف کا کہنا ہے کہ غریب ممالک میں نوزائیدہ بچوں کی اموات کی شرح میں کمی لانے کے لیے مزید اقدامات کی ضرورت ہے۔ ادارے کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر نے کہا ہے کہ اگرچہ دنیا میں گزشتہ پچیس برس کے دوران پانچ برس سے کم عمر کے بچوں کی موت کی تعداد میں پچاس فیصد کمی ہوئی ہے تاہم ایک ماہ سے کم عمر کے بچوں کو موت کے منہ میں جانے سے بچانے کے لیے اقدامات نہیں کئے گئے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ واضح ہے کہ ان ہلاکتوں میں سے اکثریت کو روکا جاسکتا تھا، ہم دنیا کے غریب بچوں کی مدد نہیں کر پا رہے ہیں۔ یونیسیف کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں پاکستان، افغانستان، اور سینٹرل افریقی، ریپبلک وہ تین ممالک ہیں جہاں نوزائیدہ بچوں کے زندہ رہنے کے امکانات سب سے کم ہیں جبکہ اس کے برعکس جاپان، سنگاپور اور آئس لینڈ میں پیدا ہونے والے بچے اس معاملے میں سب سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں 2016ء کے اعداد و شمار کے مطابق ہر ایک ہزار میں سے 46 یعنی ہر 22 بچوں میں سے ایک پیدائش کے پہلے ہی ماہ میں ہلاک ہوا جبکہ سینٹرل افریقی ریپبلک میں یہ شرح 24 فیصد میں ایک جبکہ افغانستان میں پچیس میں سے ایک ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 2016ء میں پاکستان میں ایک برس کے دوران 2 لاکھ 48 ہزار نومولود بچے ہلاک ہوئے جو دنیا بھر میں ہلاک ہونے والے بچوں کا دس فیصد تھے۔ اس کے برعکس رپورٹ میں دیے گئے اعداد و شمار کے مطابق جاپان میں ہر ایک ہزار 111، آئس لینڈ میں ہر ایک ہزار جبکہ سنگاپور میں ہر 909 میں سے ایک بچہ ہی ایک ماہ سے کم عمر میں موت کے منہ میں جاتا ہے۔

(لالہ عبدالحلیم)

بلوچستان میں ونی کی جانے والی دو کم سن بچیاں بازیاب

موسیٰ خیل بلوچستان کے ضلع موسیٰ خیل میں جرگے کے فیصلے کے تحت ونی کی جانے والی دو کم سن بچیوں کو بازیاب کروالیا گیا۔ ڈپٹی کمشنر نے بی بی سی کے نامہ کو بتایا کہ چند سال قبل ایک شخص جعفر خان کی بیوی اپنی مرضی سے قسمت نامی شخص کے بیٹے کے ساتھ گئی تھی جس پر دونوں خاندانوں کے درمیان تنازع تھا اور انتظامیہ کو ایک ہفتے پہلے معلوم ہوا کہ ایک جرگہ نے دونوں خاندانوں کے درمیان فیصلہ کروایا ہے۔ ڈپٹی کمشنر اسماعیل ابراہیم کے مطابق جرگہ نے جو فیصلہ کیا تھا اس کے تحت جعفر خان کے خاندان کو 15 لاکھ روپے کی ادائیگی کے علاوہ قسمت نامی شخص کی دو کم سن پوتیوں کو ونی میں دینا تھا۔ اسماعیل ابراہیم نے بتایا کہ انہوں نے چھاپہ مار کر دونوں بچیوں کو بازیاب کروالیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ جن لوگوں نے جرگے کے نام پر یہ فیصلہ کیا ان کی گرفتاری کے لیے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

پولیس کا 60 سالہ شخص پر تشدد

ڈیرہ اسماعیل خان 10 اپریل کو پرواپولیس نے چادر و چار دیواری کی تقدس پامال کرتے ہوئے 60 سالہ شخص کو گھر کے اندر گھس کر تشدد کا نشانہ بنا ڈالا۔ پولیس نے گرہ رشید کے رہائشی 60 سالہ نذر حسین کے گھر میں گھس کر اہل خانہ پر اسلحہ تان لیا اور گھر میں موجود خواتین کی بے عزتی کرتے وئے چارپائیاں اور دیگر سامان بھی توڑ پھوڑ دیا۔ متاثرہ شخص نذر حسین کی شکایت پر ڈی پی او نے ایس پی رورل کو واقعہ کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کا حکم دیا ہے۔ نذر حسین کے مطابق عرصہ دراز سے ان کی دشمنی چلی آرہی ہے۔ پولیس نے ان کے مخالفین کی ایماء پر گھر پر چھاپہ مارا، اس دوران ان کے مخالفین بھی پولیس کے ہمراہ موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ پولیس پانچ روز قبل بھی اسے اٹھا کر لے گئی تھی اور ایک دن کے بعد چھوڑ دیا گیا تھا۔

(روزنامہ آج)

پولیس کا شہری پر تشدد

پشاور 8 کو بھانہ ماڑی پولیس نے مبینہ طور پر بلا جواز طور پر شہری کو گرفتار کر کے وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنا ڈالا۔ چیف کیپٹل سٹی پولیس نے واقعہ کا نوٹس لیتے ہوئے تفتیشی افسر کو معطل کر کے تحقیقات کا حکم دیدیا، اس ضمن میں ڈی ایس پی کا کہنا تھا کہ گزشتہ روز سی سی پی او کو شکایت موصول ہوئی کہ بھانہ ماڑی پولیس تفتیشی آفیسر عامر حسین نے حمید شاہ ولد محمد رفیق سکنہ رشید گڑھی کو مبینہ طور پر غیر قانونی طور پر گرفتار کر کے وحشیانہ تشدد کا نشانہ بنایا۔ جب اس کی حالت غیر ہوئی تو اسے ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ ڈی ایس پی کا کہنا تھا کہ متاثرہ شخص کا کسی موبائل کمپنی کے منیجر کے ساتھ لین دین کا تنازعہ ہے۔ دوسری جانب سی سی پی او نے واقعہ کا نوٹس لیتے ہوئے تفتیشی افسر کو معطل کر دیا اور واقعے کی تحقیقات کا حکم دیتے ہوئے رپورٹ طلب کر لی۔

(روزنامہ آج)

میر علی چیک پوسٹ کے قریب دھماکہ، 9 اہلکار زخمی

بنوں 15 اپریل کو شمالی وزیرستان کی تحصیل میر علی میں کھجوری چیک پوسٹ کے قریب بارودی مواد کے دھماکے سے 9 سکیورٹی اہلکار زخمی ہوگئے۔ زخمیوں کو تشویشناک حالت میں مقامی ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ ذرائع کے مطابق شمالی وزیرستان ایجنسی کی تحصیل میر علی میں کھجوری چیک پوسٹ کے قریب پہلے سے نصب ریموٹ کنٹرول بم دھماکے سے پھٹ گیا جس کے نتیجے میں سکیورٹی فورسز کے 9 اہلکار زخمی ہوگئے جن میں سے 3 اہلکار سی ایم ایچ بنوں جبکہ 6 اہلکاروں کو ایف ٹی سی ہسپتال میر علی منتقل کیا گیا۔ ذرائع نے بتایا کہ دھماکے سے سکیورٹی فورسز کی گاڑی مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔ سکیورٹی فورسز نے دھماکے کے بعد علاقے کو گھیرے میں لے کر سرچ آپریشن شروع کر دیا۔ تاحال کسی قسم کی گرفتاری عمل میں نہیں لائی جاسکی۔ زخمیوں کے نام اظہر حسین طوری، شرافت علی طوری، عرفان علی خٹک، محمد آمین، خورشید، ہدایت، فضل دین، طارق خٹک اور وسیم بتائے جاتے ہیں۔

(روزنامہ مشرق)

پولیس افسر اور اہلکاروں کے خلاف مقدمے کا اندراج

سوات 2 اپریل کو ایڈیشنل سیشن جج کے حکم پر ایس ایچ او تھانہ مینگورہ اور دو پولیس اہلکاروں کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی گئی۔ مدعی خیال باچا کے وکیل یاسین امان ایڈوکیٹ کے مطابق مدعی کے بھائی محمود شاہ اور دوست منظور کو ایس ایچ او مینگورہ نے موٹر کار شوروم سے اغواء کیا تھا، بعد میں راولپنڈی میں 8 لاکھ روپے دے کر دونوں کو چھڑایا گیا لیکن اب پولیس، ایس ایچ او اور پولیس اہلکاروں کے خلاف مقدمہ درج نہیں کر رہی۔ دلائل مکمل ہونے کے بعد جج نے ایس ایچ او اور دونوں پولیس اہلکاروں کے خلاف متعلقہ دفعات کے تحت مقدمہ درج کرنے کا حکم دیا جس کے بعد مینگورہ پولیس نے اپنے ہی ایس ایچ او اور دو پولیس اہلکاروں کے خلاف علت نمبر 303 کے تحت ایف آئی آر درج کر لی۔ تاہم یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ایف آئی آر میں کون سی دفعات شامل کی گئی ہیں، دوسری جانب ایس ایچ او مینگورہ نے رابطہ پر بتایا کہ نہ وہ ان بندوں کو جانتا ہے اور نہ ہی اس واقع سے ان کا کوئی تعلق ہے۔

(روزنامہ مشرق)

بارودی سرنگ کے دھماکے میں 2 سکیورٹی اہلکار زخمی

خیبرایجنسی 17 اپریل کو خیبرایجنسی کی تحصیل باڑہ علاقہ اکاخیل میں تالاب پوسٹ کے قریب بارودی سرنگ کو ناکارہ بنانے کے دوران ایک بارودی سرنگ پھٹ گئی جس کے نتیجہ میں سکیورٹی اہلکار رازق اور مزمل زخمی ہوگئے انہیں کو طبی امداد کیلئے سی ایم ایچ منتقل کر دیا گیا جہاں ان کی حالت خطرے سے باہر بتائی جاتی ہے۔

(روزنامہ آج)

بیوی کو گولی مار کر خودکشی کر لی

سوات 15 اپریل کو پولیس کانسٹیبل نے بیوی کو گولی مارنے کے بعد خودکشی کر لی، پولیس کے مطابق گزشتہ روز تحصیل مٹہ کے علاقہ باغ ڈھیری میں پولیس کانسٹیبل اشرف علی ولد عالم دوست نے اپنی بیوی مسماۃ (ک) کو گولی مار کر قتل کیا اور بعد میں خود کو گولی مار کر خودکشی کر لی، ذرائع کے مطابق اشرف علی کی شادی چار ماہ قبل ہوئی تھی۔ وجہ قتل معلوم نہ ہوسکی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔

(روزنامہ آج)

خاتون کا پولیس کانسٹیبل پر بھائیوں کے قتل کا الزام

پشاور اپریل 2018 کو سردریاب گل آباد کے رہائشی مسماۃ انیلا بیگم نے الزام عائد کیا ہے کہ ان کے دو بھائیوں کو وزیراعلیٰ ہاؤس میں ڈیوٹی پر مامور کانسٹیبل نے قتل کیا ہے، ایف آئی آر درج ہونے کے باوجود پولیس ان کے بھائیوں کے قاتل کو پکڑنے میں ناکام ہے، چیف جسٹس پشاور ہائیکورٹ، وزیراعلیٰ اور آئی جی پولیس ان کے بھائیوں کے قاتلوں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دلائیں اور انہیں تحفظ فراہم کیا جائے بصورت دیگر وہ پریس کلب کے باہر خود پر تیل چھڑک کر خودکشی کر لیں گی۔ انہوں نے کہا کہ مذکورہ پولیس کانسٹیبل اسے بھی جان سے مارنے کی دھمکیاں دے رہا ہے، جس سے وہ عدم تحفظ کا شکار ہے، انہوں نے وزیراعلیٰ اور آئی جی پولیس سے بھائیوں کے قاتل کو گرفتار کر کے انہیں انصاف اور تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

(روزنامہ مشرق)

14 مئی 2018، اسلام آباد: کے پی، فاٹا اور گلگت ۔ بلتستان سے تعلق رکھنے والی خواتین آئی ڈی پیز کے حقوق کی خلاف ورزیوں پر ایک نشست منعقد کی گئی

07 مئی 2018، حیدرآباد: محترمہ عاصمہ جہانگیر کی جدوجہد پر لکھی گئی کتاب 'ہماری عاصمہ جہانگیر' کی رونمائی کی تقریب منعقد ہوئی

Human Rights Commission of Pakistan

جہد حق

Monthly **JEHD-E-HAQ**

16اپریل2018،اسلام آباد: ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ ''**2017** میں انسانی حقوق کی صورتِ حال'' کی تقریب رونمائی ہوئی

30اپریل2018،اسلام آباد: 'سیاسی جماعتوں کے منشور اور بنیادی حقوق' پر مشاورت کا اہتمام کیا گیا

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

HRCP